رجسٹرڈ ایل نمبر (۹۰۸)

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی-اے-ایل-ایل-بی) و مولوی صدر الدین (بی-اے-بی-ٹی)

نمبر (۴)	بابت ماہ اپریل ۱۹۱۶ء	جلد (۲)

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ مارچ ۱۹۱۶ء

(۱) شذرات ۱۳۵ + (۲) مسئلۂ زندگی ۱۳۶ + (۳) رسول مبین ۱۵۴ + (۴) مغرب سے مشرق کو ایک پیغام ۱۵۹ + (۵) عربوں کا احسان تہذیب پر (نمبر ۲) ۱۶۵ + (۶) اسلامی نماز کا فلسفہ ۱۷۶ + (۷) صدائے صلیب ۱۸۱ + (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حب الوطنی ۱۸۷ + (۹) دشمنوں سے پیار کا عملی ثبوت ۱۹۰ +

ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کو خلیفہ رجب الدین صاحب کے اہتمام سے مسلم پریس لاہور میں چھپا

قیمت سالانہ پانچ روپے

رسالہ اشاعت اسلام کی اشاعت کی طرف

ہمدردان قوم توجہ فرمائیں

اس رسالہ کی غرض وغایت یہ تھی کہ ایک نو مسلم برادران کو اسلامک ریویو کے انگریزی لٹریچر سے اور ترقی ووکنگ مشن سے اطلاع ہوتی رہے۔ اور نیز اس رسالہ کے منافع سے بہت حد تک ہمارے مشن کو امداد ملے۔ ہم عنقریب کسی آئندہ اشاعت میں دکھلا دیں گے۔ کہ کس قدر کثیر امداد ہمارے مشن کو محض اس رسالہ کی طفیل سال ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ لیکن امسال کسی قدر افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ قریباً پانچ چھ صد کاپیوں کے یہ رسالہ وی۔ پی کے وقت واپس ہو گیا ہے بعض وقت بالضرور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ لیکن اکثر انکاری ہو گیا ہے۔ ہم اپنے معاونین سے اور اشاعت اسلام کے کام سے دلچسپی اور محبت رکھنے والے احباب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کسقدر عظیم اثر اشاعت کے کام پر ڈالتا ہے۔ ووکنگ کے اخراجات مشن دن بدن فزونی پر ہیں۔ اگر پانچ صد رسالہ کی کمی ہو جاوے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ پانچ سات صد روپیہ کی امداد اس مشن سے کم ہو گئی۔ اس لیئے ہم اپنے احباب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ حتی الوسع اس کی اشاعت میں خاص دلچسپی لیں۔ اگر قارئین کرام اپنے حلقہ اثر میں سے ایک ایک نیا خریدار بھی امسال ہمیں دیں تو پھر یہ کسر کہیں زیادہ نکل جاتی ہے :۔

(خواجہ عبد الغنی)

منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس عزیز منزل نولکھا لاہور

ست سلاجیت پہاڑی } مقوی اعصاب۔ درد کمر۔ ریزش۔ کھانسی۔ عام کمزوری کیلیئے اکسیر ہر موسم میں مفید۔ ترکیب استعمال۔ ایک یا ڈیڑھ رتی صبح دودھ کے ساتھ۔ قیمت ایک تولہ (عہ)

منیجر کارخانہ ست سلاجیت۔ عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

تصاویر نو مسلمانان لندن فی تصویر (۲) درجن (۱۰/۱)۔ تصویر گروپ کی خواجہ صاحب ولارڈ ہیڈلے بڑا سائز (عہ)

A BRITISH MUSLIM FAMILY

From left to right :—1. Mrs. Mubarakah Welch ; 2. Master Yusa[illegible] [illegible] Mr. Ah[illegible]ad W[illegible]
4. Mrs. Hajarah Phillip, aunt to Mubarakah.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۲) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء نمبر (۴)

شذرات

ماہ فروری میں دو اور انگریز اسلام میں داخل ہوئے۔ جن میں سے ایک صاحب لوگرود نام ہیں جنکا اسلامی نام حبیب اللہ تجویز کیا گیا ہے۔ اور دوسرے ایک کپتان صاحب ہیں جنکا نام نصر اللہ رکھا گیا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

اس وقت مسلمان کثرت کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کی طرف سے جنگ میں شریک ہیں۔ اور اپنی بہادری اور جان نثاری کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ اور انھوں نے عملاً اپنی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن یہ کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کہ اگر ایک طرف مسلمان سرکار انگریزی کے لیئے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں تو دوسری طرف معزز انگریز بھی اس حالت جنگ میں ہماری سرکار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہو رہے ہیں جس طرح اول الذکر نے اپنی جان نثاری کا میدان جنگ میں ثبوت دیا ہے۔ ہمارے ان نئے انگریزی نژاد بھائیوں نے بھی [illegible] کا ثبوت میدان جنگ میں ہو کر دیا ہے۔ خدا کے فضل سے اس وقت [illegible] لفٹنٹ انگریز نو مسلمان افسران کے علاوہ سپاہی بھی میدان جنگ میں [illegible] خدا تعالیٰ ہمارے ان نئے بھائیوں کا مددگار ہو ✢

مسئلۂ زندگی

(از پروفیسر نورالدین سٹیفن)

(زندگانی عجب معمّا ہے۔ حل کرے کون کسکا بر تا ہے۔)
(نہ کسی سے ہؤا نہ ہوئے گا۔ چھوڑ اس کو یہ ایک جھگڑا ہے)

صدیاں گذر گئیں ہمارے اجداد و بزرگان نے یہ ترانہ گایا تھا۔ کیونکہ اُنھوں نے زندگانی کو کئی پہلو سے ایک عقدۂ لاینحل پایا۔ آج ہم بھی جو ان کی اولاد ہیں اور جنھیں علم و فضل اور اپنی ترقی پر بہت ناز ہے۔ فی الحقیقت اسی منزل پر ہیں اور اُس معمّہ کی ابتک کامل طور سے عقدہ کشائی نہیں کر سکے۔ چونکہ سائنس دانوں اور دیگر اشخاص نے یہ دعوے کیئے کہ زندگی کی ابتدا کا پتہ لگ گیا ہے۔ اس لیئے میرے خیالات بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ اگر واقعی یہ دعوے درست ہیں تو پھر مسئلہ حیات حل ہو جاتا ہے اور پھر میرے نزدیک یہ امر قابل غور د خوض ہے۔ کیونکہ ایک حقیقی طالبعلم کے دعوے کو جو علم کے متعلق ہے بغیر غور کیئے نظر انداز نہیں کر دیتا۔ اس لیئے میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق جس نتیجہ پر میں غور و خوض اور چھان بین کے بعد پہنچا ہوں۔ اور ناظرین کے سامنے پیش کروں +

گذشتہ صدی "مسائل کی صدی" کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ مسائل جملہ اقسام اور نوعیت کے تھے۔ مثلاً جسمانی۔ اخلاقی۔ معاشرتی۔ و مسائل فنون۔ لیکن ان میں سے ایک بھی اتنی کثیر جماعت کی توجّہ کو اس قدر مبذول نہیں کرتے۔ جس قدر مسئلہ حیات۔ کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کو عالم ہو یا جاہل۔ امیر ہو یا غریب۔ نواب ہو یا کسان اس مسئلہ سے خاص تعلّق ہے کہ زندگی کیا ہے اور اس کی ابتداء کہاں سے ہے۔ پس یہی ایک معمّا ہے۔ یہ مسلّمہ امر ہے کہ بہت سے علوم کی تحقیقات کر کے بڑی ترقیاں کی گئی ہیں۔ اور ان مسائل کے حل کرنے میں کم یا زیادہ کامیابی بھی ہوئی ہے جس کی غرض و غائیت یہی ہے کہ نسل انسانی کو ہر طرح کی راحت اور خوشی حاصل ہو۔ سائنس کے ذریعہ بہت سے معموں کی عقدہ کشائی ہو گئی۔ علم طب اور جراحی نے بہت ترقیاں کیں کئی بیماریاں

دور ہو گئیں۔ مریض صحت یاب ہونے لگے اور دیگر تکالیف کم ہو گئیں +

ہمارے اجداد جن باتوں کو خواب و خیال سمجھتے تھے وہ اب انجنیری اور مشینوں کے طفیل حقیقت بن گئیں۔ اور چند سال پہلے جن امور کو ہم اسرار اور معجزہ و کرامت تصور کرتے تھے۔ آج وہی روزمرہ کے کھیل ہو رہے ہیں +

غرضکہ ہر طرف ترقی ہی ترقی ہے۔ مگر باوجود اس کے مسئلہ حیات و ممات اب تک ایک ہی صورت اور اسی حالت میں ہے۔ اور جہاں تک اس کی ابتداء اور انتہا کا سوال ہے۔ سائنس اور تمام اقسام کے علوم نے اس کا کچھ بھی پتہ نہیں لگایا۔ اور ہنوز روز اوّل کا معاملہ ہے +

سب سے اعلےٰ اور حیرت انگیز مشین کو لو۔ پھر بھی وہ مشین ہی ہے۔ خوبصورت سے خوبصورت بُت بھی بُت ہی ہے۔ گو اپنی وضع قطع میں تکمیل کو پہنچ چکی ہو۔ لیکن زندگی سے اتنی ہی دور اور بعید ہے جتنا کہ پگمیلین کے زمانہ میں جس نے اپنے دیوتاؤں سے التجا کی تھی۔ کہ اُس کے کام میں ایک بات کی کمی ہے جو بخشی جاوے اور وہ کیا ہے۔ "زندگی"

سائنس کی بڑی بڑی ایجادیں۔ مثلاً ٹیلیفون۔ فونوگراف۔ بجلی کے عجائبات یہ سب کیا ہیں وُہی مشین۔ ان میں اُس بڑی اور اہم چیز کی کمی ہے جس کا نام زندگی ہے۔ یہ کلیں زندگی پیدا نہیں کر سکتیں۔ یہ سب کثرت استعمال سے پرانی ہو کر خراب ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر بن سکتی ہیں۔ ایک ایک کل اور پُرزے نئے لگ سکتے ہیں۔ ان میں فہم و فراست اور ادراک کی قوت نہیں ہے اگرچہ بعض نقل کر لیتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی غلطی سرزد ہو تو اُن میں خود اصلاح کرنے کی طاقت نہیں غرضکہ باوجود ان تمام عجائبات کے یہ چیزیں ایک اور زندہ سمجھدار وجود کے ماتحت کام کرتی ہیں ورنہ پھر اُسی بے ترتیبی کی حالت میں لوٹ جائیں گی +

آخرش یہ زندگی کیا ہے۔ یہ حیات کونسی شئے ہے۔ بظاہر یہ ایک لامحدود گذشتہ زمانہ سے شروع ہوئی ہے اور آئندہ زمانہ میں گذر جاتی ہے۔ جیسا انگلستان کے مشہور شاعر نے لکھا ہے کہ کونین کے بیچ اور صبح و شام کے درمیان زندگی مثل ایک ستارہ کے منڈلاتی ہے۔

خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے "دیکھو میں نے تم کو زندگی کی رُوح بخشی" اور یہ عجوبہ شئے جو کچھ بھی ہو ہم اُسے بلا چون و چرا خدا تعالےٰ کا عطیہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں +

قرآن شریف سورہ نحل میں یوں فرماتا ہے۔ واللہ خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئاً ان اللہ علیم قدیر۔ اور اللہ نے تم کو پیدا کیا۔ پھر وہ تم کو موت دیتا ہے۔ اور تم میں سے وہ ہی جو ارزل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ تاکہ علم حاصل کرنے کے بعد سب کچھ بھول جائے۔ اللہ جاننے والا قادر ہے +

لیکن باوجود سارے علم کے ہم اس سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے۔ یعنی زندگی زیادہ سے زیادہ ایک دن کی مثال ہے جس کا آغاز رات سے ہوا اور تاریکی میں خاتمہ ہو گیا۔ اور بجز ایمان کے نہ تو ہم رات میں زندگی کی ابتداہی دیکھتے اور نہ تاریکی میں اس کا خاتمہ ہی نظر آتا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ سب سے ضروری کونسا اصول ہے اور جتنی کوششیں اس کی تعریف بیان کرنے کے لیئے کی گئیں سب بیسود اور بے فائدہ ثابت ہوئیں۔ کیونکہ ہمیں اُس کے منبع یا اُس کے نوعیت کا کچھ بھی علم نہیں ہُوا +

اس نتیجہ تک پہنچنے میں وہ سب باتیں میرے ذہن میں ہیں جو زندگی کی ابتداء اور مسئلہ ارتقاء وغیرہ کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ سب ابھی تک پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی ہیں۔ اور جبتک کیمیائی اور مادی طاقتیں جان ڈالنے کی قوت پیدا نہیں کرسکتیں اس وقت تک ہم کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ حیات یا زندگی ایک ایسی اصول یا قوت ہے جو مادہ پر احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ لیکن مادہ سے بالکل علٰحدہ شئے ہے۔ اور جو کسی شکل یا صورت میں پہچانی نہیں جاتی۔ اور جس کا پیدا کرنا انسانی قوت سے بالکل بعید ہے۔ حتیٰ کہ نہایت ادنےٰ سے ادنےٰ شکل میں بھی حیاتی قوت کا پیدا کرنا امر محال ہے۔ مسئلہ ارتقا بیشک اپنے اندر فلسفیانہ رنگ رکھتا ہو۔ لیکن جہاں تک زندگی کا سوال ہے اگر اُسے عمل میں لایا جاوے تو ثبوت تو درکنار تشریح سے بھی باہر ہے۔

ڈارون کی تھیوری شاید ایک نوع کے باہمی اختلافات پر شاید بہت کچھ روشنی ڈالے اور ڈالتی ہے۔ لیکن اس بات کے ثابت کرنے سے یہ یقیناً قاصر ہے۔ کہ ایک نوع سے دوسری نوع کس طرح بنی اور نئی زندگی کے پیدا ہونے پر اس سے مطلق کچھ روشنی نہیں پڑتی اس کے بعد ہمارے سامنے ہربرٹ اسپنسر کا مسئلہ آتا ہے۔ لیکن اس کا جواب ایک لیکچر میں کسی نے یوں دیا ہے۔ ہربرٹ اسپنسر کی یہ کوشش کہ مادہ کی ہمجنس تقسیم سے ایک متضاد رنگ کے۔ لیکن مضبوط و مستقل مخلوق پیدا ہو سکتی ہے اور بعد ازاں زندگی۔ قوت مدرکہ عقل حیوانی معاشرتی اور اخلاقی اوصاف کی تکمیل ہو سکتی۔ یہ بالکل

لایعنی اور بعض پہلوؤں کے لحاظ سے بالکل بلا دلیل ثابت ہوتی ہے +

الغرض یہ تھیوریاں بھی بظاہر دلچسپ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے ماننے کے لیئے ابھی کسی بڑی بنیادی عمارت کی ضرورت ہے۔ وہ ایک بات کو مان لیتی ہیں جسکا ثبوت نہیں دیتیں بلکہ امکان کے اندر لاکر عمارت کھڑی کر دیتی ہیں۔ لیکن فی الحقیقت یہ طریقہ غیر مستند اور غیر معتبر ہے پروٹوپلازم (جو حیوانی اور نباتاتی زندگی کی مادی بنا سمجھی جاتی ہے) تمام زندہ اجسام کا جزو ہے۔ جس طرح گوشت ہوتا ہے لیکن گوشت بذات خود زندگی نہیں ہے۔ اسی طرح ہوا اور خون بدن جو قیام زندگی کے لیئے از حد ضروری ہیں۔ بذات خود زندگی نہیں ہیں +

اب یہ سوال کہ یہ زندگی کا ابتدائی قالب کیا شئے ہے۔ آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں اس کے مرکب کی کیفیت معلوم ہے۔ کیمیائی علم کی رو سے یہ کاربن۔ ہائیڈروجن۔ آکسیجن نائیٹروجن کا مرکب ہے۔ اور غالباً گندھک اور فاسفورس کا بھی حصہ شامل ہے۔ لیکن دونوں موخر الذکر جزو شاید اول الذکر چار اجزا کی ترکیب کے نتائج ہیں۔ حالانکہ پروفیسر ہکسلے اس کا ذکر نہیں کرتا وہ کہتا ہے کاربن۔ ہائیڈروجن۔ آکسیجن۔ نائیٹروجن غیر حیاتی مادے ہیں۔ لیکن جب ایک معینہ مقدار میں ملائے جاتے ہیں۔ تو اُن سے زندگی کا ابتدائی قالب بنجاتا ہے اور جس سے ایک حیاتی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک تو بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن اب یہ دیکھنا ہے کہ اس سے ہم کہاں تک آگے بڑھ سکتے ہیں۔ آخر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہم دور تک نہیں چل سکتے۔ بہرحال اب یہ دیکھنا ہے کہ ان اجزا کے مرکب سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اُس کی حقیقت کیا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی حالت میں وہ بڑھ جاتی ہے اور کسی حالت کے ماتحت گھٹ جاتی ہے یہ پانی کے باریک کیڑوں اور دوسری ادنی اشکل کی چیزوں کی طرح ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات بڑے جانور اور پودوں کے اندر جو حیاتی مادہ ہوتا ہے اُس کی ہمشکل ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ تمام کی تمام حتی کہ سب سے ادنے کیڑے بھی پروٹوپلازم اور ایک دوسری شئے کے مجموعے ہیں۔ مگر یہ **دوسری شئے** کیا ہے۔ ابتک کسی سائینس دان کو اس کا پتہ لگا نہ وہ اسے پیدا کر سکتا ہے اور نہ اس کی تعریف بیان کر سکتا ہے۔ یہی **دوسری شئے** زندگی یا حیات ہے۔ خواہ اسکا علمی اصطلاحات میں کچھ نام رکھو۔ پروفیسر ہکسلے نے اس کے جواب کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی بحث کے

آخری حصہ میں لکھا ہے "جب پانی کے مرکب اجزا یعنی ہائیڈروجن اور آکسیجن ملائے جاتے ہیں تو ہم یہ فرض نہیں کر لیتے کہ وہ شئے جسے آبیت کہتے ہیں پانی میں داخل ہو کر پانی بنجاتی ہے۔ پس جیسا ہائیڈروجن اور آکسیجن کی ترکیب ہی پانی ہوتا ہے اور پانی ہونا کوئی الگ شئے نہیں۔ اسی طرح ان چار چیزوں کی ترکیب ہی حیات یا زندگی ہے اور زندگی کوئی علیحدہ شئے نہیں ہے" یہ ایک ہوشیار شخص کی دلیل ہے۔ اور بادی النظر میں نہایت خوش نما اور اچھوتی معلوم ہوتی ہے اور اس سے بہت جلد دھوکہ لگنے کا بھی احتمال ہے۔ لیکن اگر اس پر ذرہ غور سے نظر ڈالی جائے تو پھر معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ اس دلیل کی رُو سے پانی اور زندگی کے اس ابتدائی قالب پروٹوپلزم کے درمیان ایک مشابہت فرض کر لی جاتی ہے۔ جو درحقیقت کالعدم ہے اور یہ مشابہت پانی اور دیگر ادنےٰ قسم کی زندہ اشکال میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اور یہ زندہ اشکال کیا ہیں جیساکہ ابھی ذکر آچکا ہے پروٹوپلزم اور کچھ اور شئے۔ پروفیسر ہکسلے کے جواب میں دوسرا مصنّف اِس طرح لکھتا ہے "ہم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ کن اصول اور حالات کے ماتحت پانی بنتا ہے۔ اور پانی بننے کے لیئے کسی دُوسری طاقت کو فرض نہیں کرتے سوائے اس کے کہ ہائڈروجن اور آکسیجن کا آپس میں ایک کیمیائی تعلق پیدا ہو کر پانی بنجاتا ہے" مصنّف کو اتنا اور بھی اضافہ کر دینا چاہیئے کہ یہ پانی اپنی ماہیت اور خواص میں بالکل قدرتی پانی کی طرح ہوتا ہے اور قوانین کے ماتحت جو اُس میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں یا جو اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ سب حیطۂ بیان میں آسکتی ہیں۔ لیکن زندہ اجسام گو وہ کتنا ہی ادنےٰ شکل میں ہوں سبزی سے لے کر جانور تک ایک قوت یا کئی قوتوں کے مجموعہ ہیں۔ اور جہاں تک سائینس کی تحقیقات ہے یہ کسی مرکب سے نہیں پیدا ہو سکتے۔ سائینس والوں نے اس چیز کو جسے "بنیاد زندگی" کے نام سے موسوم کرتے ہیں معلوم کیا ہے یعنی وہ مادے جن سے زندہ اجسام بنتے ہیں۔ ان کے اجزا اور مرکبات کی تشریح کر کے یہ بتلایا ہے کہ حیوانات اور نباتات کے نشوونما کے لیئے ایک زندہ مادہ ہے جسکا نام پروٹوپلزم یا بائیوپلزم ہے۔ یہاں ہم اپنے علم کی حدود تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن یہ سوال کہ وہ کونسی پوشیدہ طاقت ہے جو کبھی سبزی بناتی ہے کبھی حیوان کبھی اِنسان اور کبھی کچھ ہے تک حل نہ ہو سکا ✦

محض مادہ اور زندہ حیاتی مادہ کے درمیان ایک بڑی خلیج ہے اور ان دونوں کو ایک کرنیوالی کوئی زنجیر نہیں۔ یعنی ان دونوں کے درمیان تعلق بتانے والی اور اس امر کی تشریح کرنے والی کہ ایک سے دوسرا کیونکر بن جاتا ہے کوئی شئے نہیں کیونکہ ہمارے پاس ان تبدیلیوں کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کس طرح ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔ اور بات جہاں تھی وہیں رہ جاتی ہے۔ یعنی علمی ترکیب سے مادہ کا ابتدائی قالب تو بن جاتا ہے لیکن وہ چیز جو اس کے اندر زندگی کے نام سے موسوم ہے۔ اس کو نہ سائینس پیدا کر سکتا ہے نہ اس کی تشریح کر سکتا ہے +

لیکن جہاں علم کا خاتمہ ہوتا ہے۔ وہاں ایمان شروع ہوتا ہے۔ اور مومن کے نزدیک زندگی کے مسئلہ میں کوئی بھی پیچیدگی نہیں۔ یہ خدا کا ایک عطیہ ہے جو اس کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالے اپنے کلام میں فرماتا ہے۔ یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحیی الارض بعد موتھا وکذلک تخرجون۔ ومن اٰیتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون:۔ وہ مردہ سے زندہ کو پیدا کرتا اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور زمین کے مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح تم بھی نکال کھڑے کیئے جاؤ گے اور اسکے نشانوں میں سے ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تم بشر ہو جو پھیل جاتے ہو +

پس ایک دہریہ اور خدا کے وجود کے منکر کے واسطے زندگی ہی کا مسئلہ۔ قادر مطلق خدا۔ رحمٰن ازلی و ابدی خدا اور خالق کے وجود کی زندہ شہادت کے لیئے کافی ثبوت ہے +

اب ہم اپنے مسئلہ کو بدلکر دوسرا مسئلہ اسطرح قایم کرتے ہیں "زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے"۔ یہ بہت بڑا سوال ہے اور آیندہ میں اس سوال پر مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالوں گا۔ اس اشاعت میں صرف مجملاً اس رنگ میں لکھوں گا کہ میں کس طریق سے اچھی طرح زندگی بسر کر سکتا ہوں یعنی کس حیثیت سے جو انسان کے شایان ہے لیکن عیش و عشرت راحت و آرام کے معنے میں نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ اپنے فرائض کو کس طرح بہتر طریق پر ادا کر سکتا ہوں اور حقیقی عزت کی زندگی بسر کر سکتا ہوں۔ چنانچہ کولیرج نے لکھا ہے ؎

مطلوب اگر ہے زندگانی ✤ بہتر ہے کہ ہووے جاودانی
حیّ و قیوم سے کرو پیدا عشق ✤ ہے نسخۂ مشق جس کا حب فانی

زندگی کا مقصد اعلیٰ یہی ہے۔ جس چیز کے لیئے تم زندہ ہو۔ جو کچھ تمہارے مقاصد ہوں۔ خدا تعالےٰ کی محبّت میں زندہ رہو۔ اور کوئی شخص اس طرح نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنی ہمجنس کے ساتھ محبّت نہ رکھے علیٰ ہذا اس کا عکس بھی اسی طرح درست ہے۔ یعنی کوئی شخص اپنے ہمجنس سے محبت رکھ کر خدا کی محبت سے دور نہیں رہ سکتا۔ یہ مضمون ابراہیم ادھم کے ایک مکاشفہ سے خوب واضح ہوتا ہے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک سنہری کتاب میں کچھ لکھ رہا ہے۔ ابراہیم آگے بڑھے اور اُنھوں نے دریافت کیا کہ آپ کیا لکھتے ہیں۔ فرشتہ نے کہا۔ ان لوگوں کے نام جو اللہ سے محبّت رکھتے ہیں۔ ابراہیم نے پوچھا کیا ان میں میرا نام بھی ہے۔ فرشتہ نے کہا نہیں۔ تو اچھا میرا نام ان لوگوں میں لکھ بھیجئے۔ جو بنی نوع انسان سے محبت رکھتے ہیں۔ فرشتہ نے لکھدیا اور دوسری رات پھر اُنھوں نے دیکھا کہ فرشتہ کے ہاتھ میں ایک لمبی فہرست ہے جس میں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کو خدا کی محبت نے بابرکت کیا ہے۔ انکے سر پر ابراہیم ادھم کا نام تھا۔

اس لیئے لازمی ہے کہ ہم اپنا فریضہ ادا کریں۔ اگرچہ یہ ہمیشہ آسان نظر نہیں آتا کیونکہ ہمارے ہاتھ میں کسی شے کا انتخاب نہیں ہے۔ اعلےٰ ہو یا ادنےٰ ہمیں بہرحال قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہم اس پر تو قادر نہیں کہ کب اور کن حالات میں زندگی میں داخل ہوں۔ لیکن ہم میں امتیاز کرنے اور عمل کرنے کی قوّت ہے۔ جس سے ہم نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتے ہیں۔ میں اس بات کو نہیں مان سکتا۔ کہ ایک انسان کے مقدر میں یہ لکھا گیا ہے۔ کہ وہ بُرے طریق اختیار کرے۔ اگرچہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شخص میں بدی کا میلان زیادہ موجود ہو وہ بدی یا غلط راہ اختیار کر سکتا ہے۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ قادر مطلق خدا اسکے انتخاب کو قبول کر کے اپنے مصالح کے لیئے اُسے بطور ایک آلہ کے استعمال کرے۔ قرآن شریف میں بار بار فرمایا ہے۔ ماربك بظلام للعبید۔ یعنی تیرا رب بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ ہاں جو شخص جو راہ اپنے لیئے اختیار کرتا ہے اچھی ہو یا بُری اللہ تعالےٰ اسی کے مُطابق اس کے لیئے نتائج بھی مرتب کرتا ہے۔ اس بات میں انصاف کا خون نہیں ہوتا۔ اگر ایک شخص کو اپنی پسند پر چن لیا جاوے اور اُسی طرح اُس سے کام لیا جائے۔ لیکن میرے نزدیک خدا تعالیٰ کی رحمت اور محبّت کے

خلاف ہوگا۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ انسان کے مقدر ہیں ہے کہ وہ سزا سے بچ نہیں سکتا۔ کوئی بدی کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو اگر ہم اُس سے بچنا چاہیں تو بلا شک محفوظ رہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایک جنگ ہے اور زندگی ایک رزمگاہ ہے اور بالمقابل دو طاقتیں ہیں یعنی نیکی اور بدی۔ اس لیئے ہم کو جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر آج ناکامیاب ہوئے تو کل کامیابی ہو جائے گی۔ کیونکہ جس طرح دن کے بعد رات آتی ہے اُسی طرح رات کے بعد دن۔ پس اگر تم پژمردہ اور خستہ ہو تو اسے یاد رکھو کہ رات کے سب سے تاریک گھنٹے کے بعد سپیدہ صبح نمودار ہوتا ہے۔

اب یہ مسئلہ ہر ایک کو حل کرنا ہے۔ یعنی اس دنیوی زندگی کو اس طرح بسر کرنا چاہیئے۔ کہ موت کے دروازہ سے نکلکر ہمیشگی کی زندگی میں داخل ہوں۔ لیکن اس مسئلہ کو ہم ایک دوسرے کے لیئے حل نہیں کرسکتے۔ ہاں ہمیں اسے حل کرنے کے لیئے ایک راستہ مل جائے گا۔ اگر ہم ذیل کی نصیحت کو مدِ نظر رکھیں:-

نظم

زی چناں بے تعلق از دنیا
کہ چو آید ترا نوید قضا
بروی کامیاب و خندہ و شاد
نہ کہ افغان و با دلِ ناشاد
باشدت گوشۂ لحد آغوش
بہر خواب مفرح و خاموش
نہ چوں مجرم اسیرِ در زنداں
روز و شب در عذاب نالہ کناں

رسول مبین

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی قل ھل یستوی الاعمی والبصیر افلا تتفکرون

(الانعام - ۵۰)

کہدو میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا جاننے والا ہوں اور نہ میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں۔ جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہو کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں۔ کیا تم سوچتے نہیں +

عرب کے لوگ ایک دراز عرصہ سے نسلاً بعد نسل بت پرستی، شجر پرستی۔ حجر پرستی میں غرق چلے آتے تھے۔ بت پرستی کی یہ خاصیت ہے کہ انسان کے اندر توہم پرستی کے مادہ کو بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ بت پرست انسان جو ایک بے جان چیز کو بھی خدا مان لیتا ہے۔ کسی چیز میں ادنے طاقت کا بھی مشاہدہ کر کے اس کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ اور اس کی فطرت میں یہ بات داخل ہو جاتی ہے کہ ہر طاقت کے سامنے گردن جھکا دے۔ سورج اور چاند اور سیارے تو بڑی چیزیں ہیں اور ان کی عظمت ہمیشہ ہر بت پرست قوم نے کی ہے۔ مگر جب انسان اس بات کا عادی ہو جاتا ہے کہ ہر چیز میں اپنے سے بڑھ کر کچھ طاقت مانے تو اس کو زمین و آسمان کے ادنے تغیرات میں بھی ایسی طاقتوں کا ظہور معلوم ہوتا ہے۔ جن کے سامنے اسے سر جھکانا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ ہوا کے ایک جھونکے سے درختوں کے پتوں میں جو کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی ہے وہ بھی اُس کے دل پر ایسا اثر ڈالتی ہے۔ کہ وہ اس سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ یہاں ہندوستان میں بہت لوگوں نے اپنی آنکھ سے یہ نظارہ دیکھا ہے کہ جب ابتدا میں ریل چلی تو ہندو اس کو ماتھا ٹیکا کرتے تھے۔ اور ہندو اسے بھی ایک دیوتا ہی سمجھتے تھے۔ عرب کی بُت پرستی ہندوستان کی بت پرستی سے بھی بڑھ کر تھی۔ کیونکہ یہاں اگر تراشے ہوئے بتوں اور ہوا اور آگ اور بارشوں کی پرستش ہوتی تھی تو عرب میں بن تراشے پتھروں کو بھی پُوجا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ سفر کو جاتے وقت وہ پتھر ساتھ لے لیا

کرتے تھے۔ اور بوقت ضرورت انہی پتھروں سے چولہے بنا کر ان پر روٹی بھی پکا لیا کرتے تھے۔ لیکن دوسرے وقت یہی پتھر ان کو معبود کا کام دیتے تھے۔ غرض کہ ایک عرصہ دراز کی بت پرستی نے فطرت انسانی کو بالکل ذلیل کر رکھا تھا +

ایسے حالات میں اگر ایک غیر معمولی طاقت والا انسان اُٹھ کر اُن کے اندر خدائی کا دعوےٰ کر دیتا تو اسے اپنے آپ کو خدا منوا لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ پھر ان انسانوں میں جو غیر معمولی طاقتیں لیکر دنیا میں آئے ہیں کسی شخص کی غیر معمولی طاقت کا اظہار ایسا نہیں ہوا۔ جیسا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کا بلکہ اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے انسان میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ آپ نے چند سال کے عرصہ میں نہ صرف ہر قسم کی قبیح رسموں کو ہی ایک قوم کی قوم اور ملک کے ملک سے مٹا دیا۔ بلکہ اُن کی کایا ہی پلٹ دی۔ اور ایک ایسی پستی میں گری ہوئی قوم ایسے بلند مقام پر پہونچا دیا جہاں تک کسی ایک ہی انسان نے اپنی زندگی کے ایک چھوٹے سے حصے میں کسی قوم کو پہنچا کر نہیں دکھایا پس اس عظیم الشان طاقت والا انسان اگر اس بُت پرست قوم کے سامنے اپنے بڑے بڑے دعوے پیش کرتا۔ تو ایک عجوبہ پرست قوم یقیناً ان کے ماننے کے لیئے تیار ہوتی۔ لیکن کیا ہی پیارے اور سادہ الفاظ میں وہ اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک۔ نہ تو میرے پاس خزانے ہیں کہ میں تمکو مال و دولت کا لالچ دوں یا یہ کہوں کہ چونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ کے خزانوں پر بھی میرا تصرف ہے اور نہ میں غیب کی باتوں کو جانتا ہوں کہ تم کو یہ بتا دوں کہ فلاں کام یوں کرو۔ تو تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ یا اس وقت فلاں تجارت کرو تو تم کو یوں نفع ہوگا۔ اور نہ میں خود بشریت کے دائرہ سے باہر ہوں یعنی فرشتہ ہوں۔ بلکہ بشریت کے ہر قسم کے تقاضے میرے ساتھ ہیں اور انسانوں کی طرح میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ پس میں تم کو ان باتوں کا لالچ دے کر اپنی طرف نہیں بلاتا۔ کیسی صداقت اور کیسی راست بازی ہے۔ اور کیا عجیب بات ہے کہ ان ساری باتوں کے باوجود اگر کسی شخص نے اپنے پیرؤں کو خزانوں کا مالک بنا یا تو وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ کیا مقابلہ ہے۔ ایک طرف حضرت مسیح علیہ السلام ہر دو انجیل اپنے بارہ حواریوں کو بارہ تختوں کے وعدے دیتے ہیں۔ مگر تخت ملنا کوئی نہیں۔ دوسری طرف

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں میں تم کو یوں نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں۔ مگر اپنے پیروؤں کو ساری دُنیا کے خزانوں کا مالک بنا کر دکھا دیا اور کیسرو قیصر کے بیش بہا خزانے اُنکے پیروں میں لا کر ڈال دیئے۔ وہ بے شک دکھ اور خوشی۔ راحت اور رنج کے مالک نہیں بنتے کہ کہدیں کہ میں غیب جانتا ہوں۔ لیکن جیسا پردۂ غیب سے آپ نے اٹھایا دُنیا میں کوئی انسان اس قدر غیب کا پردہ اُٹھانے والا پیدا نہیں ہُوا اور نہ ہوگا۔ انسانوں کے سکھ کی ساری راہیں کھول کر رکھ دیں یہ بتا دیا کہ اس راہ پر قدم مارو گے تو دکھ اُٹھاؤ گے۔ فرشتہ ہونے کا دعوےٰ نہیں۔ مگر کیسی پاکیزہ زندگی ہے کہ اگر کوئی شخص دُنیا میں فرشتہ کہلانے کا مستحق ہے تو وہی مقدس اور راستبازوں کا سردار ہے جو نبوت سے پہلے ہی الامین کا خطاب اس قوم میں رہ کر حاصل کر چکا تھا جو خود امانت کے مفہوم حقیقی سے کوسوں دور پڑی ہوئی تھی۔ غرض خزانوں کا مالک بھی بنایا۔ غیب کی باتیں بھی کھولکر بتائیں اپنے ملک ہونے کا بھی قائل کر دیا۔ مگر دعوے صرف یہی ہے کہ میں ایک معمولی بشر ہوں۔ لالچ دے کر کسی کو اپنا پیرو بنانا پسند نہیں کیا۔ اس کے پیرو اس کی راستبازی کے ایسے قائل ہیں۔ اسکی صداقت ان کے دلوں میں ایسی گڑی ہوئی ہے کہ جو وہ کہدے اس پر کبھی جھوٹ یا غلط ہونے کا وہم بھی کسی دل میں نہیں آتا۔ مگر بایں وہ اپنے آپ کو انا بشر مثلکم۔ بتا کر ایک بشر سے بڑھ کر کچھ بھی بتانا نہیں چاہتا

آپ کا ایک صاحبزادہ تھا ابراہیم نام۔ چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گیا۔ اُسی دن سورج گرہن بھی ہوا اور پورا سورج تاریک ہو گیا۔ طبائع میں قدرتی طور پر ایسے واقعات کو تعلق دینے کی طرف رُجحان ہوتا ہے۔ دو ایسے عظیم الشان واقعہ ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرزند فوت ہو جائے دوسری طرف سورج دن کے وقت تاریک ہو جائے۔ یہ لازمی تھا۔ کہ بعض لوگوں کا خیال اس طرف جاتا۔ کہ حضرت ابراہیم کی وفات پر سورج نے بھی غم کا اظہار کیا۔ اور آخر زمینی واقعات کا آسمانی کواکب سے تعلق تو ہے۔ پس بعض صحابہ نے بھی خیال کیا۔ کہ فی الواقع سورج کی تاریکی ابراہیم کی وفات کی وجہ سے ہے۔ اور آپس میں یہ باتیں ہونے لگیں۔ ایسے موقع پر اگر کوئی آجکل کا پیر یا گدی نشین ہو تو وہ تو خود اسے اپنی کرامت بتائے۔ اور کم از کم اگر مرید ایک غیر معمولی واقعہ کو اس کی طرف منسوب کریں تو خاموش رہ کر ہی لوگوں کو یہ یقین دلائے گا کہ یہی درست ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صداقت کا شیدا تھا۔ اس کو اپنی بزرگی اور عظمت جتانی تو مقصود تھی ہی نہیں۔ بزرگی اور

عظمت قلوب میں بٹھانا یہ اللہ تعالیٰ کا فعل تھا۔ مگر آپ کے سامنے جو ایک مقصد تھا وہ یہی تھا کہ آپ کے پیرو کسی قسم کی غلطی میں نہ پڑیں۔ خواہ اس غلطی میں پڑنے سے آپ کی بزرگی کا اعتراف ہی دلوں میں بڑھتا ہو۔ آپ کو ابراہیم کی وفات کا صدمہ بھی تھا۔ القلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون۔ مگر اولاد کی محبت سے بھی بہت بالاتر آپ کی محبت نسل انسانی کے لئے تھی۔ لوگوں میں سے ہر قسم کی توہم پرستی کا نکالنا اور اُن کو سیدھے سادے مگر محقق انسان بنانا۔ یہ آپ کے رُوح کی اصل تڑپ تھی۔ پس آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا۔ اور اسی خطبہ میں ان لوگوں کی غلطی کا ازالہ کیا جنھوں نے سورج کی تاریکی کو ابراہیم کی وفات کی وجہ سے بنایا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ان الشمس والقمر ایتان من اٰیات اللہ لا ینخسفان لموت احد ولا لحیوتہ۔ سورج اور چاند اللہ کے نشانوں میں سے نشان ہیں نہ وہ کسی کی موت کے لئے تاریک ہوتے ہیں اور نہ کسی کی زندگی کیلئے۔ چونکہ آپ کا نفس ہر قسم کی خواہشات سے پاک تھا۔ اسی لیئے آپ دُوسروں کو پاک کرنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے محمد رسول اللہ پر بھی کفایت نہیں کی۔ بلکہ اس بات سے بچنے کے لیئے کہ آپ کے پیرو آپ کے متعلق غلو نہ کریں۔ اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ کی شہادت ہر ایک مسلمان کے لیئے ضروری قرار دی۔ جس قدر کھول کھول کر آپ نے اپنے پیرؤں کو بتایا کہ خدا کی راہ پر چلنا سخت مجاہدات چاہتا ہے اور بڑے بڑے مشکلات کا مقابلہ اُنھیں کرنا پڑیگا ایسی صفائی کسی دُوسرے نبی کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ نہ صرف ہر قسم کے لالچ کی ہی صاف نفی قرآن کریم میں موجود ہے۔ بلکہ خدا کی راہ میں مصیبتوں کا برداشت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے تا جو کوئی اس کوچہ میں قدم رکھے۔ یہ سمجھ کر رکھے کہ وہ عیش اور آرام کی زندگی کے لیئے کسی بات کو اختیار نہیں کرتا تا ایسا نہ ہو کہ آرام کا خیال ہی اس کا غالب خیال رہے۔ بلکہ دُکھ اٹھانے کے لئے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین۔ ضرور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے۔ کچھ خوف اور بھوک کے ساتھ اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ساتھ۔ اور خوشخبری انہی کے لیئے ہے۔ جو مصیبتوں کو خدا کے لیئے برداشت کرنا سیکھتے ہیں۔ پس نہ صرف اپنے متبعین کے ہر قسم کے لالچ کو ہی دُور رکھا۔ بلکہ یہ بھی صاف بتا دیا کہ اس راہ میں کچھ دُکھ بھی اُٹھانے پڑیں گے۔ ہاں مصائب کے

بعد پھر خوشخبری بھی ہے ÷

ان سب باتوں کی غرض کیا تھی؟ تاکہ لوگ حق کو حق کی خاطر قبول کریں نہ کسی لالچ کی خاطر نہ کسی دکھ اور تکلیف سے بچنے کے لیئے یہ سچ ہے کہ حق کو جو شخص اختیار کرتا ہے وہ انجام کار سکھ پاتا ہے مگر اس سکھ کے پانے کے لیئے بھی دکھ میں سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔تا اصل مقصد سکھ اور دکھ نہ ہو بلکہ سچائی کو سچائی کی خاطر لینا ہی اصل مقصد رہے۔نیک راہ کو انسان اختیار کرے تو اس لیئے کہ نیکی سے محبت ہو نہ اس لئے کہ اس نیکی کے کرنے سے کوئی آرام ملے گا۔کیونکہ جب آرام اور تکلیف کا سوال آجاتا ہے تو پھر نیکی کی محبت اور قدر جاتی رہتی ہے۔اسی لیئے فرمایا۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔میں صرف اس بات کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے یعنی کسی سکھ اور دکھ کے لیئے ایک راہ کو چھوڑنا اور دوسری راہ کو اختیار کرنا میرا کام نہیں بلکہ جو خدا کا حکم ہو اس کی فرمانبرداری کرنا ہی میری زندگی کا اصل مقصد ہے۔خواہ اس کے ماننے میں آرام ملے یا دکھ ملے۔ہاں اتباع حکم الٰہی میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس قدر دکھ اور مصایب اٹھائے۔اور آپ کے صحابہ نے کس قدر تکلیفیں اٹھائیں۔مسیح کے حواری کیوں مصیبت کے وقت بھاگ گئے۔اس لیئے کہ کسی قسم کا کمزور خیال دل میں باقی ہوگا۔کہ مسیح بادشاہ بنے تو ہم بھی تختوں پر بیٹھنے کے حقدار ہوں۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کیوں اس قدر استقلال مصائب اٹھانے میں دکھایا۔اس لیئے کہ انکو کھول کر بتا دیا گیا تھا۔کہ حق کے قبول کرنے میں مصیبتیں اٹھانی پڑیں گی۔محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیرؤں کو بادشاہ بھی بنا دیا۔دولتمند بھی بنا دیا۔فاتح بھی بنا دیا۔مگر اصل غرض نہ دولتمند بنانا تھا نہ بادشاہ بنانا نہ فاتح بنانا۔بلکہ اصل غرض تھی۔انسان کامل بنانا اس لیئے آپ نے ایسے رستے پر چلایا۔کہ اور کوئی غرض درمیان میں نہ آنے پائے۔ایک تہذیب نفس اصل مقصد رہے۔جب تہذیب نفس ہوگئی تو نہ بادشاہ بننے میں کچھ مشکلات رہیں نہ دولت کی پروا رہی۔نہ ہی فتوحات میں کوئی روک پیدا ہو سکی۔آپ خود انسان کامل تھے۔کیونکہ صرف اسی کی اتباع کرتے جو اللہ کا حکم ہوتا۔آپ اپنے متبعین کو بھی ایسا ہی انسان کامل بنانا چاہتے تھے کہ حق کو حق کی خاطر اور دکھ اٹھا کر قبول کرنے والے ہوں۔وہ انسانوں کو انسان بنانا چاہتا تھا وہ انسان جو اپنے نفس کے حقوق ادا کرنے میں اپنے مالک کی فرمانبرداری میں اپنے متعلقین کے

حقوق ادا کرنے ہیں۔ نوع انسانی کے حقوق ادا کرنے ہیں ہر وقت اپنے اُوپر تکلیف اُٹھانے کو تیار ہوں۔ اسی لیئے آپ کا نام قرآن کریم نے رسول مبین رکھا۔ یعنی وہ رسول جو کھول کر اصل غرض و غایت زندگی کو بتانے والا تھا۔

مغرب سے مشرق کو ایک پیغام

رَبُّ المشارق والمغارب

ہم بڑی خوشی سے مشرق اور مغرب کے تعلقات کے پیچیدہ سوال پر ذیل کا مختصر مگر دلچسپ مضمون جو ایک لیکچر کے رنگ میں دیا گیا ہے درج کرتے ہیں جو تقاضائے وقت کے ٹھیک مطابق ہے۔ یہ ہماری معزز بہن فاطمہ داولٹ ابراہیم کی قلم سے ہے جو سکاٹلینڈ کے رہنے والی ایک لیڈی ہیں۔ اور جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاتھ پر ۱۹۱۳ء میں جبکہ انھوں نے پہلے تبلیغ کا کام شروع کیا سب سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ یہ لیڈی اپنے خاوند مسٹر غلام محمد ابراہیم کے ساتھ جو لنڈن میں اپنے اخلاق کی وجہ سے اپنے دوستوں میں خاص شہرت رکھتے ہیں ۱۹۱۴ء کے خاتمہ پر ہندوستان کو تشریف لے گئیں اور اب وُہ بھوپال میں ہیں۔ مسز ابراہیم کا ان کی بہنوں نے بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا۔ ریاست میں ایک کلب ہے جو پرنسس آف ویلز لیڈیز کلب کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کلب میں مسز ابراہیم کو ایک گارڈن پارٹی دی گئی۔ اسی موقعہ پر اُنھوں نے اپنے ذیل کے خیالات کا اظہار کیا۔ ہز ہائینس فرمانروائے بھوپال نے بھی اپنی تشریف آوری کر اس دعوت کی عزت افزائی فرمائی۔ جس احتیاط اور دوراندیشی اور جس قابلیت سے معزز لکچرار نے اس سوال کے بعض نازک پہلوؤں پر اظہار خیالات کیا ہے۔ ہم اس کی تعریف کیئے بغیر نہیں رہ سکتے

مسز ابراہیم نے اسلام کی خدمت کے لیئے اپنی ہندوستانی بہنوں کو

نہایت موزون طریق سے دعوت دی ہے کہ وہ بھی اس کام میں شریک ہو کر امداد کریں۔ مگر ہماری رائے میں مسز ابراہیم کی ضرورت ہندوستان سے بڑھ کر انگلستان میں ہے کیونکہ وہاں وہ روشنی کی شعاع جس نے اُن کے اپنے دل کو منور کیا ہے۔ بہت سے تاریک دلوں پر ڈال سکتی ہے۔ اب ہم نیچے اُن کا لیکچر درج کرتے ہیں +

سرکار عالیہ۔ معزز بیبیوں اور بہنوں!

میں آپ کے پاس آپ کی مغربی بہنوں کا ایک پیغام لائی ہوں گو انسانوں نے جس طرح زمین کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اس کے لحاظ سے ہم ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔ لیکن درحقیقت اسلام کے پاک اور مضبوط تعلقات نے ہم سب کو ایک ہی کر رکھا ہے۔ روڈیارڈ کپلنگ نے کس قدر ناعاقبت اندیشی سے یہ کہا کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے اور وہ دونوں کبھی مل نہیں سکتے" کیا اچھا ہوتا کہ وہ چند سال اور انتظار کر لیتا تو یہ لفظ کہنے کے اسے موقعہ نہ ہوتا۔ کیونکہ آج مشرق اور مغرب پیغمبر اسلام کے مقدس قدموں پر ایک ہو رہے ہیں کیسا سچا وہ کلام تھا جس میں آج تیرہ سو سال پہلے خداوند عالم رب العالمین کو رب المشارق والمغارب کے نام سے پکارا گیا۔ قرآن کے اس بیان نے یہ بتا چھوڑا تھا کہ ایک ہی مشرق نہیں اور نہ ایک ہی مغرب ہے۔ بلکہ مشرق بھی بہت ہیں اور مغرب بھی بہت۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا۔ کہ خدا کا یہ کلام ہی سچا ہے اور اس وقت کی علمی تحقیقات جو ایک ہی مشرق اور ایک ہی مغرب تک محدود تھی وہ درست نہیں۔ مگر بعد کی علمی تحقیقات نے کس قدر صفائی سے ثابت کر دیا کہ واقعی خدا کا وہ کلام جو بیابان کے ایک امی کے مونھ سے نکلا تھا۔ وہی درست ہے۔ سیکڑوں سال بعد تحقیقات اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ واقعی زمین گول ہے اور سطح زمین کا چپہ چپہ مشرق ہوئی ہے اور مغرب بھی۔ پس وہ جو مشرق و مغرب کا خدا تھا۔ قرآن کی اس وحی نے اسے رب المشارق والمغارب لکھکر اپنے منجانب اللہ ہونے کا بھی ثبوت دیدیا اور ایک عظیم الشان مقصد کی طرف بھی انسانوں کو توجہ دلائی +

کیا قرآن کی اس آیت کا منشا جس میں اللہ تعالٰی کو رب المشارق والمغارب کہا ہے۔ یہی تھا کہ ہماری معلومات جغرافیہ میں ایک قابل قدر اضافہ کرے اور زمین کے متعلق جو ہمارے خیالات تھے ان کی اصلاح کر دے۔ ایسا خیال بڑی بھاری غلطی ہے۔ اس وحی الٰہی کی اصل

غرض کچھ اور تھی۔ اور علمی تحقیقات میں اس کے ذریعہ سے ایک اضافہ ہو جانا یہ الگ امر تھا۔ وہ عالم الغیب خدا جو اگلے اور پچھلے حالات کو اور ظاہر اور چھپی باتوں کو یکساں جانتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ انسان جو ایک تقسیم مشرق و مغرب کی کرنے والا ہے۔ اس کا اثر انسان کی اپنی حالت پر بہت کچھ پڑنے والا ہے اور اس غلط تقسیم سے سچی انسانی اخوت کی راہ میں ایک سخت روک واقع ہونے والی ہے۔ کاش دنیا اس قرآنی وحی کی کچھ صدیاں پیشتر قدر کرتی۔ تو یہ تمام قوم اور رنگ کی تفریقیں جنھوں نے انسان کو انسان کا دشمن بنا رکھا ہے۔ مدت سے مٹ گئی ہوتیں اور نتیجہ یہ ہوتا کہ مشرق و مغرب کا صحیح معنے میں مدت سے ایک ایسا خوشگوار اتحاد ظہور میں آچکا ہوتا۔ جس میں نسل انسانی کی عظیم الشان بہتری مضمر تھی۔ دنیا کی حالت بہت بہتر ہوتی اور صلح اور امن کا مبارک زمانہ ہر جگہ شروع ہو گیا ہوتا۔ اور جیسا کہ صلح کے شہزادہ نے بھی آج سے دو ہزار برس پیشتر یہ آرزو ظاہر کی تھی کہ ہمارا باپ کی مرضی جیسے کہ آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو۔ یہ اُس کی دعا بھی قبول ہو گئی ہوتی۔ کیونکہ آسمان میں خدا کی مرضی انسان کے متعلق کیا ہے۔ اس کا جواب دینا کچھ مشکل نہیں۔ ہر ایک شخص اس دنیا میں اسی برکت کے ساتھ متمتع ہو کر آتا ہے۔ وہی ہاتھ وہی پاؤں۔ وہی آنکھیں وہی کان غرض کیا اندرونی اور کیا بیرونی سب انسان یکساں جو اس لئے کہ اس دنیا میں آتے ہیں۔ دنیا اپنے عجیب غریب سامانوں کے ساتھ اس کے سامنے ہر جگہ یکساں ہی ہے۔ قدرت کے عجائبات اور کیفیات تک پہنچنا ہر جگہ یکساں ہے اس کی طاقت میں ہے اور ان قدرتی سامانوں سے وہ ہر حال میں یکساں فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ ایک ہی قسم کے مواقع اور اتفاقات اس کے لئے ہر جگہ موجود ہو سکتے ہیں۔ پس کیا یہ وسیع اخلاق الٰہی جو اللہ تعالےٰ کی ربوبیت عامہ میں ہیں کے ماتحت انسان کی اخوت عامہ قائم ہو۔ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر بیشمار برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں کیونکہ اس حقیقت کا انکشاف اسی کے قلب مبارک پر ہوا۔ اور اسی حقیقت کو سکھلانے کے لئے اور اسکو اپنی روزمرہ زندگی میں مدنظر رکھنے کے لئے اس نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ اپنی پنجوقتہ نماز کو اس طرح شروع کیا کریں۔ الحمد للہ رب العالمین۔ سب تعریفوں کی مستحق وہی ذات الٰہی ہے۔ جو سارے جہانوں اور ساری مخلوق کی ربوبیت فرماتی ہے۔ جو صرف رب ہندوستان یا رب چین یا رب یورپ یا رب افریقہ یا رب عرب یا اور کسی خاص ملک اور محدود مقام کا رب نہیں۔ بلکہ جو

تمام عالم کا کل قوموں کا سارے زبانوں کا سارے ممالک کا سارے انسانوں کا رب ہے۔ ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ ان کو سہارا دینے والا ہے ان کو قایم رکھنے والا ہے۔ وہ تمام قوموں اور تمام رنگوں کا پیدا کرنے والا اور تمام فنون اور تمام زمانوں کا آقا ہے۔ گویا جس امر کے لیے حضرت مسیح نے دعا کی حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت نے اسے پورا کر دکھایا اور انتہا تک پہنچایا۔ اول الذکر نے تو صرف یہی کہا کہ تیری مرضی جیسے آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو مگر دوسرے نے وہ گر بتا دیا اور وہ راز دنیا پر ظاہر کر دیا جس سے خداوند کی وہ آسمانی مرضی پوری ہو۔ اور وہ کیا تھا۔ خداوند عالم کی ربوبیت عامہ کے ماتحت انسان کی ایسی اخوت قائم کرنا جو ملک قوم رنگ ہر قسم کی تفریق سے خالی ہو۔ بیشک ایک مسلمان کو پانچ دفعہ یہ سبق یاد دلایا جاتا ہے۔ جب وہ نماز میں حاضر ہو کر یہ الفاظ مونھ سے نکالتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ یہی وہ صداقت ہے۔ جب پورے طور پر ہم سمجھ لیں گے تو ان مصنوعی قائم کی ہوئی قیود اور تنگ دلیوں سے اور ان خطرناک روکوں سے جو انسانوں کے اتحاد میں حائل ہو رہے ہیں بعد خود انسانیت کی بناء کو کھو کھلا کر رہے ہیں آزاد ہو جائیں گے۔ اگر آج اس زمانہ میں کوئی قوم اس سبق کے سب سے زیادہ محتاج ہے تو وہ مغرب ہے۔ میرے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ کاش اسلام کچھ صدیاں پہلے یورپ کے مرکز میں جا پہنچا ہوتا تو دنیا ان دکھوں اور عذابوں سے جو آج برداشت کر رہی ہے۔ یقیناً نجات پا گئی ہوتی۔ کیونکہ سوائے نفسانی خواہش کے اور کوئی چیز نہیں جو دنیا میں اس آگ کے لگانے کے باعث ہوئی ہے جو آج انسانوں کو اور شہروں اور میدانوں کو تہذیب اور علوم کو کھائے جا رہی ہے۔ اور جو کچھ یورپ میں اچھی باتیں تھیں ان کو بھسم کرتی چلی جاتی ہے +

یہ انسان اور انسان کے درمیان تباغض اور تحاسد۔ یہ ایک قوم کا دوسری پر فوقیت کا خیال یہ کمینہ خواہش کہ ہم دوسروں کو مغلوب کر لیں۔ یہ سب کی سب بیماریاں اس ایک ہی جڑ سے پیدا ہوتی ہیں کہ ایک قوم بخیال خود اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتی ہے۔ ہاں یورپ انسانوں کے درمیان مساوات کے سبق کا سخت محتاج ہے۔ اسے ابھی اسلام کی وسیع جمہوریت اور سچی حریت کا لینا باقی ہے اس کے اندر ان برادرانہ احساسات کا پیدا ہونا ابھی ضروری ہے جو سچے دل سے ایک الحمد للہ رب العلمین کہنے والے کے دل پر اپنا اثر ڈالتے ہیں +

مگر میری اسلامی بہنو! کیا یہ سچ نہیں اور تمہارے ذریعہ میں اپنے اسلامی بھائیوں تک یہ پیغام پہنچانا ضروری سمجھتی ہوں کیا یہ سچ نہیں کہ تم اپنے اس اوّلین فرض کی طرف سے غافل ہو۔ تم نے ابھی اس حق کو ادا نہیں کیا جو تمہارے ذمّہ تھا۔ کہ تم حق کو دوسروں تک پہنچاؤ۔ اور اسلام کے مبارک پیغام کو دنیا کے کونوں میں لے جاؤ۔ تاکہ سب انسان بھائی بھائی بننا سیکھیں۔ کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دوسروں کو اپنے اندر لاکر اُن کو اپنے ساتھ کامل مساوات کے حقوق دیتا ہے۔ بلکہ دوسرے مذاہب تو درحقیقت آئے بھی خاص خاص قوموں کے لیئے تھے اور ان کی غرض انہی لوگوں کی اصلاح تھی جو ان کے پہلے مخاطب تھے۔ مگر اسلام پہلے دن سے ہی ایک قوم کے لیئے نہیں۔ بلکہ کل دُنیا کے لیئے اور ساری قوموں کے لیئے آیا۔ گو اگر دُوسرے مذاہب قومی مذاہب تھے تو اسلام حقیقی انسانی مذہب تھا۔ اس کی بنیاد ہی ایسی رکھی گئی تھی کہ وہ تمام قوموں تک پہنچایا جائے اور سب کو اس وسیع دائرہ کے اندر داخل کیا جائے +

مگر آہ کیسی شومئ قسمت۔ ہے کیسی بدبختی ہے۔ وہ لوگ جن کو یہ تعلیم نہ دی گئی تھی کہ وہ دوسروں کو اپنے اندر داخل کریں۔ وہ تو دن رات اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور کوئی دقیقہ اس کام میں انھوں نے اُٹھا نہیں رکھا کہ اپنا پیغام دوسروں تک پہنچائیں۔ مگر وہ مسلمان جن کے مذہب کا یہ جزو اعظم تھا بلکہ اصل الاصول تھا۔ کہ وہ دوسروں تک اسلام کو پہنچائیں آج کیسی غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ معزز بیبیو! میں تم سے پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے اپنے دین اپنے رسول اور اپنے خدا سے اپنے عہد کو پُورا کیا ہے؟ میں کہتی ہوں نہیں تم نے اسلام کے پیغام کی ناشکرگذاری کی اور اس لیئے اللہ تعالےٰ کے ان فضلوں اور ان برکات سے تم محروم کر دی گئی ہو جو صرف اس کے سچے خدمتگذاروں کے لیئے مخصوص ہوتے ہیں۔ آج ساری کی ساری مسلمان قومیں ایسی نظر آتی ہیں کہ گویا کسی چیز نے ان کو تباہ کر دیا ہے۔ مگر اس کا الزام ان ہی کے اپنے سروں پر ہے وہ آج قرآن سے پیٹھ پھیرنے کا تلخ ثمر کھا رہے ہیں اور اس کے پاک پیغاموں کی پروا نہ کرنے کا نتیجہ بھگت رہے ہیں

میری اسلامی بہنو! تمہارے سامنے ایک شاندار مستقبل ہے۔ تمہارے ماضی میں بڑی بڑی شان و شوکت کی مثالیں نظر آتی ہیں۔ کیوں تم وہ کام نہیں کرتی ہو جو تمہارے مردوں کو مدت سے کرنا چاہیئے تھا۔ ہم اپنی اسلامی بہنوں کے کارناموں کا تاریخ میں ذکر پڑھتی ہیں وہ اپنے مردوں کو اسلام کی

اشاعت میں مدد دیتی تھیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ کچھ تغیرات زمانہ نے اور کچھ حالات کے انقلاب نے ان باتوں کا رنگ بدل دیا ہے۔ مگر آج بھی تم اپنے اپنے ذرائع اور اپنے اپنے حالات کے مطابق اس مقدس فرض کی سرانجام دہی کر سکتی ہو۔

میں چاہتی ہوں کہ تم میں سے کوئی آج مغرب میں اسلام کی تبلیغ اپنی مغربی بہنوں کو کر رہی ہو یورپ میں ایک نہائیت عمدہ میدان دین اسلام کی اشاعت کے لیئے ہے۔ بالخصوص طبقہ اناث میں۔ مردوں اور عورتوں کی اس تعداد کا مقابلہ کرو جنہوں نے گذشتہ دو سال میں اسلام قبول کیا ہے۔ وہاں بھی تم کو یہی معلوم ہو گا کہ عورتیں مردوں سے آگے ہیں۔ نو مسلم خواتین کی تعداد نومسلم مردوں سے بہت زیادہ ہے۔ گذشتہ دو سال میں قریباً اسی خواتین نے اسلام کے مبارک پیغام پر لبیک کی آواز دی ہے۔ اور اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی ہے۔ میں کہتی ہوں تم قدم آگے بڑھاؤ کیونکہ سیکڑوں ہیں جو اسلامی صداقتوں کو قبول کرنے کے لیئے تیار ہیں۔ مگر ان تک ابھی کوئی مناسب طریق سے پہنچا نہیں۔ طبقہ خواتین میں اسلام زیادہ مرغوب کیوں ہوا ہے۔ اس کی وجہ بھی ہم آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اسلام درحقیقت کمزور جنس کے جائز حقوق دلواتا ہے۔ کیونکہ اصل غرض مذہب کے انسانی تعلقات میں یہی ہونی چاہیئے کہ طاقتوروں سے کمزوروں کے حقوق دلوائے۔ اور اس طرح پر کمزور اور طاقتور کو عورت اور مرد کو ایک ہی سطح پر لاتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو وہ حقوق دیئے ہیں جو کوئی مذہب کوئی فلسفہ کوئی تہذیب نہیں دے سکی۔ پیغمبر اسلام کو بالکل بجا طور پر قرآن کریم میں رحمۃ للعالمین قرار دیا گیا ہے۔ مگر میں کہتی ہوں کہ عورت ذات کے لیئے وہ بالخصوص بھی رحمت ہیں۔ درحقیقت عورت کا حامی اور سچا مربی وہی ایک ہی انسان ہوا ہے۔ خدا کے لاکھوں لاکھ برکات اس پر ہر دم رہیں۔ عورتوں کی نئی تحریک جو حقوق حاصل کرنے کے لیئے مغرب میں سفریجیٹ کے نام سے قائم ہوئی ہے۔ وہ جن حقوق کا مطالبہ مردوں سے کرتی ہیں اسلام نے پہلے ہی عورتوں کو دے رکھے ہیں۔ اس لیئے میں کہتی ہوں کہ یہ وقت ہے کہ اسلام کو مغرب میں پھیلانے کا کام پورے زور سے شروع کیا جائے فصل تیار ہے صرف مزدور بیکار ہیں۔ جو اس کو اکٹھا کریں تمہارے قلیل آدمی بلاشبہ وہاں بہت بھاری کام کر رہے ہیں۔ مگر میں پھر بھی اس بات پر زور دینا چاہتی ہوں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تم میں سے کوئی بہن بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر اس کام میں مدد کرے +

اسلام نے اپنی گذشتہ تاریخ میں بڑی بڑی قابل اور صاحب ہمت عورتیں پیدا کی ہیں جو فلسفہ پر معانی و بلاغت پر۔ قانون پر لکچر دیا کرتی تھیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں انگلستان میں ایک رابعہ بصری کو بھی دیکھوں اور تب پیاری بہنو تم کو معلوم ہوگا۔ کہ کس طرح اسلام وہاں صنف نازک کے دلوں پر تسلط جماتا ہے۔ ایک عورت اپنے ہمجنسوں کو ایسے موقعوں پر تبلیغ کر سکتی ہے جو دوسری جنس کو میسر نہیں آسکتے۔ وہ ان ذرائع کو اختیار کر سکتی ہے۔ جو مردوں کو حاصل نہیں۔ یہ ایک ایسا ضروری امر ہے کہ میں جس قدر زور اس پر دوں کم ہے اپنے میں سے ایک کو یورپ میں بھیجو اور تمہاری یہ کوشش بے ثمر نہ جائے گی ۔

عربوں کا احسان تہذیب پر

نمبر ۲

(انیچ ایس لیڈر مصنف ڈیزرٹ گیٹوے۔ ویلڈ مسٹر بز آف ایجپٹ وغیرہ)

بسلسل مضمون مندرجہ رسالہ مارچ صد ۱۲۲

علوم ریاضی میں عرب بہت فوقیت لے گئے۔ اور انھوں نے یونانیوں کے سابق علوم کو ہمیشہ کے لیئے از سر نو تازہ کر کے دنیا میں پھیلایا۔ مگر سب سے بڑا احسان جو ان کا اس بارہ میں تہذیب پر ہے وہ اعداد یا ہندسوں کی ایجاد ہے۔ حروف تہجی کے ذریعہ سے حساب کی گنتی کا طریق ہی ایک طریق تھا جو یورپ کو پہلے معلوم تھا اور اعداد و شمار میں یونانیوں کی ترقی میں یہ ایک بڑی روک رہا اگر عربوں نے فی الواقع اعداد کو ایجاد نہیں بھی کیا تو مجھے یقین ہے کہ اس ایجاد کا سہرا انہی کے سر ہے؟ تاہم ہندوستانیوں یا چین کے لوگوں سے اس کو اخذ کر کے مروج کرنے میں نسل انسانی کی انھوں نے عظیم الشان خدمت کی ہے۔ جب سے یہ تبدیلی ہوئی حساب کے فن نے ایسے طریق پر ترقی کی ہے۔ کہ علم کی عام ترقی پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ اور روزمرہ کی زندگی میں عملی طور پر اس کو کام میں لانے میں بڑی سہولت مل گئی۔ یورپ کی تجارت کو بے انتہا فائدہ پہنچا۔ کیونکہ گنتی کے اس نئے طریق نے تجارت کو ایک علمی شغل بنا دیا۔ اور وہ لوگ جنھوں نے اس کی مدد سے دولت جمع کی۔ وہ

علوم عالیہ یعنی ان علوم کی جن پر دماغی محنت زیادہ صرف ہوتی ہے اور ہر ایک قسم کے ذہنی حسابات کے حامی اور مربی بن گئے +

اس میں کسی کو سوال نہیں کہ عربوں نے ہی سب سے پہلے الجبرا کے علم کے اصلی فائدہ اور وقعت کو دریافت کیا۔ جوں جوں پرانے عربی علوم کے آثار کی زیادہ تحقیقات کی جاتی ہے۔ مزید شہادت اس امر کی پیدا ہوتی جاتی ہے کہ اس علم میں انھوں نے بڑا کمال حاصل کیا تھا۔ بلکہ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان عربی مسودات سے جو ابھی تحقیقات کی چھان بین کے نیچے نہیں آئے علوم ریاضی کی تاریخ پر بہت کچھ روشنی پڑے گی +

علم ہیئت کی ادنےٰ واقفیت بھی جس شخص کو ہے وہ دیکھ لیگا کہ اس مضمون کے ترقی دینے میں عرب کے طالبعلموں نے کس قدر حصہ لیا۔ اس علم میں جو نام استعمال کیے جاتے ہیں وہ زیادہ تر عربی ہیں انھوں نے سابقہ طریقوں کی غلطیوں کو دریافت کیا۔ اور خود مشاہدات کرکے اجرام سماوی کے حرکات اور قوانین کے متعلق نئے نتائج نکالے۔ میں تفصیلات کے ساتھ آپ لوگوں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ صرف ایک بڑے کمال کا ذکر کرتا ہوں جو انھوں نے اس بارہ میں دکھایا اور وہ زمین کی وسعت دریافت کرنے کی کوشش ہے جو خلیفہ المامون کے حکم سے عراق عرب کے میدانوں میں شروع ہوئی اور عرب کے ماہران علم ہیئت کی سرگرمی اور استادی کی اعلےٰ درجہ کی یادگار رہیگی اس تحقیقات کے ساتھ بعض اور امور کے دریافت کو ملانے سے زمین کی اصلی بناوٹ کا صحیح علم ممکن ہوا +

علم بصریات کو بھی عربوں نے بہت ترقی دی۔ اور بالخصوص **الخازن** کی تصنیفات بصریات کے متعلق نئی دریافتوں اور مشاہدات سے بھری ہوئی ہیں۔ ٹالمی اور الخازن میں ایک ہزار سال کا فرق ہے۔ مگر علم بصریات کی تاریخ میں وہ اس کا بلا فصل وارث ہے۔ انتشار شعاع کے قانون میں کرہ ہوائیہ کی بلندی معلوم کرنے میں اس بات کے ثابت کرنے میں کہ کرہ ہوائیہ کے اوپر ہوا سے بھی زیادہ لطیف کوئی مادہ ہے اس نے عظیم الشان نیا کام کیا۔ مگر سب سے بڑھ کر اس نے ان مسائل کو جو دوربین کی ساخت میں کام دیتے ہیں۔ دوربین کے عملی طور پر بنائے جانے سے پانچ سو سال پیشتر دریافت کیا۔ درحقیقت دوربین کی ایجاد کا احسان اسی شخص کا ہے +

شرقیوں کے متعلق یہ بالکل درست کہا گیا ہے کہ اپنی سلطنت کے عروج کے زمانے میں انھوں نے کبھی کوئی فتح نہیں کی جس کے ساتھ ہی کسی شہر کی بنیاد نہ ڈال دی ہو۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ فن تعمیر میں ایک قومی مذاق پیدا ہو گیا۔ اس فن میں انھوں نے دوسروں کی نقل نہیں کی۔ بلکہ قومی خاصہ کے میلان کا تتبع کیا جس نے ان کی شان و شوکت کے ابتدائی ایام میں ایسے طریق پر اپنے آپ کو ظاہر کیا جو ان کی اس ابتدائی حالت کو مدنظر رکھ کر جس سے وہ نکلے تھے حیرت انگیز ہے۔ یروشلم میں عمر کی مشہور مسجد ان کی ابتدائی فتوحات کے زمانہ کی ہے۔ اور قاہرہ میں عمرو اور طولون کی وہ عجیب و غریب عمارات مسجد ہیں جو اس امر کی شہادت دینے کے لیئے باقی ہیں کہ دنیا ان لوگوں کی کس قدر ممنون احسان ہے جنھوں نے ان کو بنایا۔ ہم تفصیلات میں پڑنے کی زحمت نہیں اٹھانا چاہتے۔ یہی بات کافی ہے کہ ہسپانیہ میں الحمرا کی تنہا یادگاریں شرقیوں کے اس دعوے کی قطعی شہادت ہیں کہ موجودہ یورپ کے فن تعمیر میں سب سے بڑا حصہ انہی کا ہے +

اب ہم ایک ایسے مضمون کی طرف آتے ہیں جو آج کل مشرق میں خصوصیت سے دلچسپی کا موجب ہونا چاہیئے۔ میں اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں کرتا۔ کہ ان پرانے شان و شوکت کے زمانوں میں عربوں کی ترقی کی اصل روح کی پہلی حرکت زراعتی اشغال کے قومی مذاق سے ملی۔ میں چاہتا ہوں کہ مصر کے نوجوان اور عام طور پر سب شرقی نوجوان اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں وہ اس وقت نئی نئی قسم کی ترقیات کے لیئے نیا جوش اپنے دلوں میں پاتے ہیں اور مصر میں بالخصوص اس کی زیادہ وجہ ان کی زراعتی خوشحالی کا از سر نو زندہ ہونا ہے۔ میں نے ہمیشہ مشرق کے اچھے خاندانوں کے نوجوانوں سے یہ التجا کی ہے کہ وہ شہروں کی جھوٹی خوشیوں سے اور گورنمنٹ اور دوسری قسم کی ملازمتوں کے ناکارے اشغال سے اپنی توجہ کو ہٹا کر ان زیادہ ضروری امور کی طرف لگائیں جن کا تعلق زمین کی زراعت کے علمی پہلوؤں سے اور اپنے ہموطنوں کے کثیر حصہ کی عامہ بہتری سے ہے جو مشرقی ممالک کی حقیقی دولت پیدا کرنیوالے ہیں۔ میں ان کو کہتا ہوں کہ تمہارے آباؤ اجداد نے اس وقت حب علوم کو حاصل کرنے کا ایک جذبہ ان کے دلوں کے اندر تھا۔ جیسا کہ آج وہ جذبہ تمہارے دلوں میں ہے اپنی تمام طاقتوں کو زراعت کی ترقی کو کمال تک پہنچانے میں لگا دیا۔ بابل ایران اور مصر جو سب سے ابتدائی عربوں کی مفتوحہ سرزمین ہیں ان کو زمین کی زراعت کی ترقی کے ذریعہ

سے ترقی دی گئی۔ اور زراعت ایک فن کے مقام پر پہنچ گئی۔ اُنھوں نے آبپاشی کے قوانین کا مطالعہ کیا۔ اور جیسے جیسے ان ممالک کے ذرائع آمد ترقی کرتے گئے۔ ان لوگوں کو جنھوں نے فن زراعت میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ پہلے شمالی افریقہ میں اور پھر ہسپانیہ میں بھیجا گیا جہاں اُن کی محنت سے اور اُن کے نمونہ کو دیکھ کر یورپ کے علم زراعت کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ انھوں نے کپاس کا پودہ یورپ میں پہنچایا اور یہ ایک ایسا امر ہے جس نے دُنیا کی تجارت کی ترقی میں بے انتہا وفعت کا حصہ لیا ہے جس سے انگلستان نے اس قدر فائدہ اُٹھایا ہے نیشکر کو وہ غرناطہ میں لے گئے۔ وہاں سے یہ مڈیرا میں پہنچا اور مڈیرا سے ویسٹ انڈیز میں یہی دو واقعات دنیا کی تجارت کی تاریخ کو بالکل بدلا دینے کے لیئے کافی تھے +

زمین کی زراعت اس حد وجہد کا نتیجہ وہی ہؤا جو لازمی طور پر ہوتا ہے۔ یعنی تجارت میں سرگرمی اور جو خوشحالی اس طرح پر زراعت کی ترقی کی بدولت قوم میں آئی۔ اسی کا نتیجہ علوم وفنون کی ترقی تھی۔ ریشم اور سوت کا کاتنا۔ چھینٹ کے نقش بنانا۔ چیزوں کا رنگنا۔ شیشوں کا بنانا۔ دھاتوں کا پگھلانا۔ کندہ کرنا۔ لوہے پر انیمل یعنی چینی کا روغن کرنا۔ ان کاموں اور فنوں میں سے چند ایک ہیں جو اس زمانہ میں ایسے معراج تک پہنچائے گئے تھے کہ آج کے کام کرنے والے اس شاندار زمانہ کے خزانوں سے آج بھی متمتع ہو رہے ہیں۔ اور یہ سب باتیں ایسے وقت میں ہوئیں جب اقوام یورپ کا صرف ایک ہی پیشہ تھا۔ یعنی تباہ کن جنگوں میں مشغولیت۔ اس بات کا یاد دلانا دنیا بھی ضروری ہے کہ شیشہ انگریزی فن عمارت میں ملکہ ایلزبتھ کے عہد تک مروج نہیں ہؤا۔ مگر تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ سیکسنوں کے زمانہ میں ایک عربی محل ٹالیڈو میں تھا۔ جس میں شفاف اور رنگے ہوئے شیشے لگے ہوئے تھے +

ایک اور احسان اور شائد سب سے بڑا احسان کاغذ کی ایجاد ہے۔ یہ ایجاد یقیناً عربوں کی ہے اور آج جو یورپ میں کاغذ سازی کے فن میں ترقیاں ہوئی ہیں۔ ان میں پیش قدمی اور اُن کے راستہ کا تیار کرنا عربوں کا ہی کام تھا جس طرح عربوں کے اعداد ایجاد کے بغیر موجودہ علوم کبھی اس ترقی کی حالت پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ایسا ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ اُن کی کاغذ کی ایجاد کے بغیر فن طبع اپنے کمال کو کبھی نہ پہنچ سکتا تھا +

علم جغرافیہ کی حدود خلفائے کے مغربی سلطنت کے زمانے میں بہت دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ شرقیوں میں جو ایک ان تھک روح جانبازی اور جوانمردی کی بھری ہوئی تھی۔ اس کے نتائج میں سے ایک دلچسپ نتیجہ ان کی تجارت کا یورپ کے شمال کے ساتھ قایم ہونا ہے۔ انکے تاجر اور سیاح سائبیریا روس اور سیلو و دنیا کے ان میدانوں میں پھر نکلے جہاں رستہ کا بھی نام و نشان نہ تھا۔ ہندوستان اور افریقہ کے سواحل پر ان کی دریافتیں ایسی مشہور ہیں کہ ان کے ذکر کی میں ضرورت بھی نہیں سمجھتا۔ علم جغرافیہ ایک بڑا پیارا شغل بن گیا۔ ایک بڑے مشہور سیاح ابوالفدا نے علم جغرافیہ میں ایک بڑی بھاری تصنیف چھوڑی ہے اور وہ ایک ہی تصنیف اس بات کو ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے اس کو علم سے اس قدر محبت تھی کہ وہ بہت سے ملکوں میں محض علمی شغل کے لحاظ پھر نکلا اور علاوہ دوسرے ممالک کے انگلستان میں بھی پہنچا۔ اس علم میں ہماری ترقی اور ایسا ہی جہاز رانی کے علم میں ہماری ترقی جس نے مغرب کی طاقت کو اس قدر بڑھایا ہے۔ ان ابتدائی عربوں کی ترقیات کے ساتھ وابستہ ہیں ؀

جیساکہ ہم کو معلوم ہے عربوں کی ترقی کا سب سے سرسبز زمانہ اپنے کمال کو ہسپانیہ میں پہنچا عرب فاتحیں کے مربیانہ خبرگیری کے ماتحت اور ان لوگوں کی زراعت اور تجارت میں محنت اور ترقی کیوجہ سے ہسپانیہ پر ایک ایسا خوشحالی کا زمانہ آیا کہ نہ وہ پہلے کبھی ان لوگوں نے دیکھا تھا۔ اور نہ ہی اسوقت کے بعد آج تک دیکھا ہے۔ جب عربوں کی حکومت میں زوال آگیا۔ ایک طرف اگر تجارت کے جہاز جو شہر حکومت کے صرف پر بنائے جاتے تھے۔ ہسپانیہ کی پیداوار کو مصر اور شام میں لے جاتے تھے تو دوسری طرف خود ملک کہیں سڑکوں اور پلوں کے بنانے سے۔ اور کہیں بڑی بڑی وسیع سراؤں کی تعمیر سے ترقی کر رہا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس بات کی رحبیت کو خوب سمجھتے تھے کہ کس طرح کسی ملک کی تہذیب کی ترقی کے لیئے یہ سب سے زیادہ ضروری امر ہے کہ اندرونی آمد و رفت اور تعلقات کی سہولیت کے لیئے راستے کھولے جائیں۔ اس بارہ میں رومی بھی عربوں کے آگے نہ بڑھے تھے اور یہ عربوں سے ہی تھا۔ کہ موجودہ یورپ نے اس معاملہ میں پہلا سبق حاصل کیا۔ ان تمام باتوں سے تجارت میں ایسی ترقی ہوئی کہ عبدالرحمن ثالث اس سلطنت سے ساٹھ لاکھ پونڈ کی سالانہ آمدنی حاصل کرتا تھا اور دسویں صدی میں یہ رقم ایک ایسی کثیر رقم تھی کہ تمام عباسی بادشاہوں کی آمدنی ملا کر بھی اسقدر نہ ہوتی تھی۔

مگر کس خوبی سے ان عرب حاکموں نے اس بات کو محسوس کیا کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا جُوں جُوں دولت اور روپیہ میں ترقی ہوتی گئی ساتھ ہی خدا کی عبادت میں بھی ترقی ہوتی گئی اور ہر ایک نئے معبد کی تعمیر کے ساتھ نوجوانوں کی مذہبی تعلیم کی طرف بھی توجہ روز بروز بڑھتی تھی۔ اس وقت جیسا کہ اب بھی ہر قسم کی تعلیم کی ابتداء قرآن سے ہوتی تھی۔ مگر ان شریفیوں کی ذہنی اور علمی نشو و نما جب شروع ہو جاتی تھی تو کسی ایک خاص علم میں وہ مقید نہ رہ سکتی تھی اور سائنس اور فلسفہ کے سکول اس طرح مکتبوں سے پیدا ہوتے چلے گئے کہ گویا جادو کا اثر ہے۔ ان سکولوں سے کالج بنے اور کالجوں سے یونیورسٹیاں +

یہ تہذیب ایسے حیرت انگیز طریق پر ترقی کرتی چلی گئی۔ کہ اس کی پوری تاریخ معلوم کرنے کی کوشش بھی ابھی ہوئی ہے۔ مغرب کو شاید یہ بات بھول گئی ہے کہ تہذیب کے سب سے پہلے رہنما ہسپانیہ سے نکلکر اور اس تنگ سمندر کو طے کر کے جو اسے مراکش سے الگ کرتا ہے اس ملک میں پہنچے اور ٹیونس اور فیض میں اُنھوں نے بڑے بڑے علمی مرکز قائم کیئے۔ جہاں سے وہ اس وسیع صحرا کے اندر راستے بنا کر اندرون ملک تک پہنچے اور بڑی بڑی سلطنتوں کے مرکز جنوب میں ٹمبکٹو تک قائم کیئے۔ جو ایسی اعلےٰ درجہ کی تہذیب کے مرکز بن گئے کہ اس زمانے کے علمی طور پر ترقی یافتہ ممالک کے سیاح بھی ان کی علمی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے۔ رُوح کس طرح وجد میں آجاتی ہے۔ جب اس بات کا خیال کیا جاتا ہے کہ کس طرح اُونٹوں کے بڑے بڑے کاروان شہروں سے تازہ ترین تصنیفات کو لے کر روانہ ہوتے تھے اور بڑے بڑے فاضل صاحب علم اور حکام کو لیجاتے تھے کہ صحرا کے ادھر ان دور دراز کے ممالک میں تہذیب اور علم کی روشنی پھیلائیں جو آج سے تیس سال پیشتر دوبارہ دریافت کے احاطہ سے بھی باہر معلوم ہوتے تھے۔ ہم جس کو تاریک براعظم کہا کرتے تھے آج کی نئی علمی تحقیقات ثابت کرتی ہے کہ وہی ملک یعنی سوڈان اور افریقہ کا عین وسط نائیجیریا کے ملک تک کسی زمانہ میں عظیم الشان حبشی بادشاہتوں کے مرکز تھے جن میں ایک ایسی تہذیب پھیلی ہوئی تھی جو اس وقت کی یورپ کی تہذیب سے بہت بڑھ کر تھی۔ ایک آج کل کا مصنف لکھتا ہے کہ "ہمارے بڑے مہذب اور تعلیم یافتہ عربوں کے نزدیک نیگرولینڈ کے باشندوں سے زیادہ وحشی تھے" ایک تہذیب کی بنیاد رکھی گئی تھی خواہ کیسی ہی ناقص ہو لیکن پندرہ سو سال تک ایک سلطنت کے بعد دوسری سلطنت اس کے سہارے قائم رہی ہیں یہ

چاہتا ہوں کہ مشرق کے نئے محققین میں سے کوئی شخص یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ وہ کیا وجوہات تھیں۔ جن کے سبب یہ تمام بادشاہتیں سولھویں صدی میں ایسے غیر معلوم طریق پر قوموں کی تاریخ میں سے نابود ہوگئیں۔ لیکن اگرچہ وہ حکومتیں تباہ ہوگئی ہیں تاہم شمالی افریقہ اور اُس کے پار جو صحرا ہیں اُن کے متعلق میں اپنے ذاتی علم سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہاں کے رہنے والے لوگوں میں اعلےٰ تربیت کے وہ جوہر موجود ہیں جو تہذیب اور روشنی کے زمانہ کے آثار نظر آتے ہیں۔ ورنہ ہم کس طرح دل کے اس تربیت یافتہ حالت کی تشریح کر سکتے ہیں جو بیابان کے دور دراز کے مقامات میں بھی اسلامی لیڈروں میں پائی جاتی ہے +

مغرب میں ہسپانیہ کی تہذیب بذریعہ نقل فرانس اور اٹلی میں پہنچی جہاں بولونا۔ پاڈوا اور پیرس میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ جن کی تعلیم کا سارا نصاب شرقی الاصل ہونے کے صاف آثار اور نشان رکھتا تھا +

پبلک لائبریریوں کا بنانا جس پر خلیفہ مامون نے کمال درجہ کی محنت اور شاہانہ فیاضی سے بھی بڑھ کر فیاضی دکھائی۔ عباسیوں کے زمانہ سے لے کر آج تک علمی دنیا کے تعجب حیرت اور تعریف کا مقام رہا ہے۔ کارڈووا کی شاہی لائبریری دسویں صدی میں اعلےٰ درجہ کی تصانیف کا مجموعہ اپنے اندر رکھتی تھی۔ جو نہ صرف اپنی ذخیرہ کتب کے لحاظ سے بلکہ ترتیب اور فہرست کے لحاظ سے بھی آج کی بڑی بڑی لائبریریوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ علم کے عہد جدید کی تاریخ میں ایک امر جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پبلک لائبریریوں کا اصول یورپ نے شرقیوں سے لیا۔ چنانچہ عربی شہزادوں کے ہی بڑے بڑے کتب خانوں کو دیکھ کر جو اُن لوگوں نے پبلک کے مفاد کے لیئے کھول رکھے تھے۔ سینٹ لوئس کو یہ خیال پہلے آیا کہ فرانس میں ایک اس قسم کا کتبخانہ قائم کرے۔ یہی پیرس کی شاہی لائبریری یورپ کی تمام پبلک لائبریریوں کے لیئے نمونہ بنی رہے +

حکام وقت کی ہمت افزائی سے دنیا کے تمام کناروں کے معلم ہسپانیہ میں جمع ہوگئے۔ اس سے ہر قسم ہر خیال اور ہر مذہب کے لوگوں میں تبادلہ خیال شروع ہوا۔ پھر دسویں صدی میں خلفا نے فلسفہ اور شائستہ علوم کی ترقی کے لیئے علمی سوسائٹیاں قائم کیں۔ لوگ صرف ایک ہی مقصد کو لے کر جمع ہوتے تھے یعنی علوم عامہ کی توسیع اور ترقی اور اس سے ساری دنیا کی تہذیب نے

فائدہ اُٹھایا۔ یہ تو اس مسلمانوں کی دیوانگی Musulmania fanatica کا نقشہ ہے جو اسلام پر ایک حملہ کیا جاتا ہے۔ مگر دیوانگی کا ذکر کرتے ہوئے اگر تھوڑی دیر کے لیئے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عربوں کی دیوانگی کے بعد کے ایام کے ہسپانیہ کے عیسائی دیوانگی سے دُنیا میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ مغرب اس بات کو قطعی طور پر بھلا چکا ہے۔ (اور ایسی باتوں میں ہم نے اپنے آرام کے لیئے اپنے حافظ کا یہی بہتر کام سمجھا ہے) کہ ہمارے درمیانی زمانوں کی سارے تاریکی کے زمانہ میں جب کیتھولک کلیسیا اس کوشش میں لگی ہوئی تھی کہ مغرب کے نور قلب پر اپنی حکومت قایم کرے۔ تمام آزاد خیالی۔ ہر قسم کی ترقی کا مرجع ان سب لوگوں کے لیئے پناہ کا مقام جن کو کانشنس کی وجہ سے دکھ دیئے جاتے تھے۔ عرب کے وہ شاہی دربار تھے جو اس وقت افریقہ میں سرسبزی کی حالت میں تھے۔ فنون۔ علوم۔ نظم۔ ظرافت کے لیئے ہر وقت فیض کے کالجوں اور مراکو طرابلس اور ٹیونس کے شاہی محلوں میں گھر تھا۔

ان سوسائٹیوں میں ایک عجیب بات یہ پائی جاتی ہے کہ اُن کے ممبروں میں چند ممتاز اور مشہور خواتین بھی تھیں۔ لبنا۔ فاطمہ۔ عائیشہ۔ خدیجہ مریم۔ ولدہ کارڈووا۔ اور رابعہ کے نام خصوصیت سے نوٹ کرنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ ہسپانیہ کے شرقیوں کی علمی تاریخ میں اُن کے کمال اور اُن کی علمی ترقیات کا ذکر عزت سے کیا گیا ہے۔ مشہور جراحوں میں بعض سب سے زیادہ شہرت یافتہ خواتین تھیں۔ اور میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اُسی وقت یا اُس سے کچھ بعد خود مکہ میں بھی علم سے دلچسپی رکھنے والی خواتین تھیں۔ علم الٰہیات میں بھی ان کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ کہ یہ حدیث کا درس دیا کرتی تھیں اور اُن کے درس میں بُہت سے طلباء کھنچے چلے آتے تھے۔ اور شاہدہ علم حدیث کے معلم ہونے میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔ اس طرح ان اعتراضات کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ جو اسلام میں عورتوں کی پوزیشن کے متعلق عام طور پر کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً عورتوں کی علیحدگی یا پردہ۔ مغرب کے جاہلوں کو یہ لفظ بہت پیارا ہے۔ تعدد ازدواج کے لفظ سے بھی زیادہ جس کے متعلق ہم بُہت سی باتیں جو کہتے ہیں وہ محض جھوٹ ہیں +

اب میں مصر کی طرف واپس جاتا ہوں جس وقت کا میں ذکر کر رہا ہوں اُس وقت مصر میں تہذیب ایک اعلےٰ مقام پر پہنچی ہوئی تھی۔ سکندریہ میں ایک یونیورسٹی موجود تھی جس کے ساتھ بیس سے کم کالج ملحق نہ تھے جن میں دُنیا کے تمام حصوں سے طالب علم چلے آتے تھے۔ قاہرہ میں بھی اعلےٰ پایہ

اور اعلےٰ شان کے کالج کثرت سے موجود تھے۔ سلطان حسن کی شاندار مسجد جو ایک کالج تھا اس بات کو ظاہر کرنے کے لیئے کافی ہے کہ مدرسے کس اعلےٰ پیمانہ پر بنائے جاتے تھے۔ یہ آج تک ایسی مضبوط اور وسیع موجود ہے کہ جس طرح گذشتہ زمانہ میں فوجی اغراض کے لیئے قلعہ کے طور پر استعمال ہوئی ہے اب بھی ایسی اغراض کے لیئے استعمال ہو سکتی ہے۔ اس شاندار طاقت کے زوال کی وجہ کو میں چھوڑتا ہوں۔ نہ اس لیئے جیسا کہ میں نے قاہرہ کے نیشنل کالج کے طالبعلموں کو ایڈریس دیتے ہوئے کہا تھا اور میں انگلستان کے مصری طالبعلموں کے سامنے اس کو دوہراتا ہوں۔ نہ اس لیئے کہ ہم میں سے ایک یا دوسرا اس کے اسباب کی طرف متوجہ ہونا نہیں چاہتا یا مشرق کی تاریکی کے زمانہ کے سوال پر غور کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس لیئے کہ بعض وقت ان چیزوں کو جن کا تعلق گذشتہ سے ہے۔ اور وہ ہماری موجودہ ترقی میں روک ہو سکتی ہیں۔ بھول جانا اچھا ہوتا ہے۔ مغرب میں ہم سے بعض کے دلوں میں یہ خیال ایک سنسناہٹ سی پیدا کرتا ہے۔ کہ کس طرح مشرق میں ایک نئے اور شاندار دن کی صبح کی روشنی نمودار ہو رہی ہے۔ اور اس وقت مصر میں اور مشرق میں طلوع کرنیوالا ہے ایک لفظ جو ہم سب وہاں سنتے ہیں وہ تعلیم ہے۔ تعلیم ہی ایسی چیز ہے جس کی تعظیم کیجاتی ہے مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ میرے مشرقی دوست تعلیم کے مقابلہ پر محض روپیہ اور مال کی کس طرح تحقیر کرتے ہیں +

کیا میں اس قدر جرأت کر سکتا ہوں کہ اپنے ان معزز دوستوں سے جنھوں نے مغرب کا علم حاصل کرنے کے لیئے مشرق کو چھوڑا ہے۔ یہ درخواست کروں کہ سب سے بڑھ کر اس بات کو یاد رکھیں کہ جب تم کچھ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہو تو تمہیں کچھ دوسروں کو دینے کے لیئے بھی تیار رہنا چاہیئے مشرق کی فیاضی ایک نہائت قابل تعریف خوبی ہے۔ چاہیئے کہ یہ فیاضی علم کے متعلق بھی ہو۔ کیا وہ روپیہ جس سے تم یہاں گذر کرتے ہو۔ تمہارے اپنے ملک کے کسی خوبصورت گاؤں سے آتا ہے؟ پس سوچو کہ ان مصیبت زدہ لوگوں کی ترقی کے لیئے جو وہاں تمہارے لیئے محنت اور مزدوری کرتے ہیں۔ تم کیا کر سکتے ہو۔ وہ نوجوان جو اپنے وطن میں اس ذہانت علم اور مختلف قسم کی دلچسپیوں کو جو اس نے دوسرے ممالک میں پھر کر اور رہ کر حاصل کیئے ہیں۔ اس لیئے لے جاتا ہے کہ اپنی سرزمین میں ایک گاؤں کو غریبوں کے لیئے زیادہ صاف زیادہ خوشی کی جگہ اور زیادہ خوبصورت بنائے۔ اپنے ملک کی خدمت ایک سپاہی

اور ایک مدبر سے بھی بڑھ کر کرتا ہے +

یہ وہ چیز ہے جس کو ہم تمدنی کام یا رفاہِ خلائق کا کام کہتے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس کی مصر اور ہندوستان میں سخت ضرورت ہے۔ میرے معزز دوستو میں تم سے یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ تم انگلستان کے اس تمدنی کام پر توجہ کرو۔ جس سے غربا کی حالت کی بہتری اور مدد مدنظر ہے۔ میں الجیریا اور مصر میں ایسے نوجوان دولتمند آدمیوں سے ملا ہوں جن کو یہ معلوم نہیں کہ وہ اپنے روپے کو کسطرح خرچ کریں۔ اور جو یہ نہیں جانتے کہ اپنے وقت کو کس طرح صرف کریں۔ میں جانتا ہوں کہ مصر کا ملک اپنے دوبارہ اُٹھنے میں دولتمند اور فرصت والے لوگوں کے لیئے ایک عمدہ خدمت کا موقعہ پیش کرتا ہے بلکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ دُنیا میں اور کوئی ایسا ملک نہیں جو اعلےٰ درجہ کی تمدنی خدمات کے لیئے ایسا اعلےٰ درجہ کا موقعہ پیش کرتا ہو۔ یہ وہ کام ہے جو ایک نوجوان دولتمند کو ایک دق کرنے والی زندگی سے بچا سکتا ہے۔ قہوہ خانوں میں زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا۔ اخبار بینی میں حد سے زیادہ انہماک بیہودہ باتوں کا شغل ایک دق کرنے والی زندگی ہے۔ جس سے انسان اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ اپنے آپ کو کسی مفید کام میں لگا دے۔ سچے بہی خواہاں ملک و قوم کے لیئے ان لوگوں کے لیئے جو اپنے ملک سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کو واقعی ایک اعلےٰ مقام پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور ایک ایسی آزادی اُن کو دلانا چاہتے ہیں جس میں کوئی قوم مخل نہیں ہو سکتی۔ یہی سب سے عمدہ کام ہے +

میں نے یہ بتا دیا ہے کہ مغرب میں آنے کا اور وہاں سے سُود کے ساتھ اس سرمایہ کو جو تم سے اُدھار لیا گیا تھا واپس لے جانے کا تم کو کیا حق حاصل ہے۔ میں تم کو خدا کے نام کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم ہمسے ان بدیوں کو حاصل کر کے نہ لے جاؤ جو تہذیب کا حصّہ نہیں۔ جن کو انسانی ترقی کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں بلکہ وہ شیطان کی چیزیں ہیں۔ ہر ایک قسم کی مسکرات تم پر حرام کی گئی ہیں جو ابھی تم پر تمہاری پاک کتاب میں حرام کیا گیا ہے۔ یہ مغرب کی لعنتیں ہیں جنکی نقل نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ان سے بچنا چاہیئے وہ خوشی کی زندگی کو نہیں لے جاتیں۔ بلکہ ان کا انجام موت ہے۔ لارڈ کرومر نے ٹھیک کہا جب قاہرہ کے اس حصّہ کا نام جہاں جھوٹی خوشی تلاش کی جاتی ہے "مصر کے بہترین خزانہ کی قبر" رکھا + کیا کوئی وجہ ہے کہ کیوں عرب کی نسل کے انسان محنت اور استقلال کے اعلےٰ جوہر نہ دکھائیں؟

اس مضبوط ارادہ کے مالک نہ ہوں جو ایک نیک کام کو جو ایک شخص نے شروع کیا ہے کامیاب نتیجہ تک پہنچاتا ہے۔ کیا کوئی وجہ ہے کہ دن جیسے جیسے مشرقی ممالک کی دولت ترقی کرتی ہے جیسے کہ نئے ترقی یافتہ حالات کے ماتحت زمین کی بڑھی ہوئی پیداوار سے بہ ترقی حاصل کر رہی ہے۔ مشرق کے لوگ اس تجارت کو ہاتھ میں نہ لے سکیں جو پیدا ہو رہی ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ تجارت اجنبیوں کے ہاتھ میں۔ دوسری قوموں کے لوگوں کے ہاتھ میں چلی جائے جن کو تمہارے ملک کے ساتھ سچی ہمدردی کا بہت کم احساس ہے۔ تم کو اس روپیہ کی ضرورت ہے جو تجارت سے آتا ہے۔ تاکہ تمہارے ملک کے علوم وفنون اور عامہ تہذیب فائدہ اٹھائیں۔ نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اچھا کمایا ہوا مال نیک آدمیوں کے لیئے ہے۔ یاد رکھو کہ زراعت اور تجارت کا مطالعہ ایسا ہی معزز شغل ہے جیسا کہ ان پیشوں کا تلاش کرنا جن میں داخلہ کی گنجائش بھی کم ہو یا سرکاری ملازمت کے خیال پر بیٹھے رہنا +

میرا آخری سوال یہ ہے کہ کیا تمہارے ملک کی آب وہوا میں یا تمہارے اباؤ اجداد میں کوئی ایسی وجہ موجود ہے کہ زندگی کے کسی شغل میں سستی اختیار کرو۔ قبل اس کے کہ تم میرے سوال کا جواب دو میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ تمہارے اس نامور سپاہی عمرو نے اپنی عربی فوج کے ساتھ مصر کے ملک کو بہادری اور مقابلہ مصائب کے بڑے بڑے کارہائے نمایاں دکھاتے ہوئے جولائی کی جھلس دینے والی گرمی میں فتح کیا تھا۔ باقی رہا محنت کا سوال سو جس طرح ایک عیسائی کو بار بار یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ دن ہوتے ہوئے کام میں لگ جائے۔ کیونکہ پیچھے رات آتی ہے۔ جب کام کرنیکا موقع ہی نہیں یہی پاک پیغام مسلم کو بھی پہنچایا گیا ہے۔ حضرت علی کا قول ہے کہ میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں کہ جو سست ہو رہا ہے۔ حالانکہ جانتا ہے کہ موت جیسی خطرناک چیز اس کے تعاقب میں لگی ہوئی ہے اور قرآن کے ان پاک الفاظ پر غور کرو جو تم کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اپنی زندگی کا کوئی لمحہ بھی بیکاری میں نہ گذارو۔ لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر المجاهدون فی سبیل اللہ باموالهم وانفسهم فضل اللہ المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القاعدین درجة وکلا وعد اللہ الحسنی وفضل اللہ المجاهدین علی القاعدین اجرا عظیما ○ درجات منه ومغفرة ورحمة۔ (النساء ۹۵)۔ مومنوں میں سے جن لوگوں کو کسی قسم کی

معذوری نہیں پھر بھی وہ بیٹھ رہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے کوشش میں لگے رہتے ہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور جانوں سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ میں فضیلت دی ہے۔ ہاں سب ہی کے ساتھ اچھا وعدہ ہے۔ مگر کام کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے بڑی بھاری فضیلت بروئے اجر دی ہے۔ کہ اس کی طرف سے بڑے بڑے مراتب اور حفاظت اور رحمت عطا ہوگی۔

اسلامی نماز کا فلسفہ

نمبر ۳

(مشیر حسین قدوائی)

پچھلے دو مضمونوں میں جو عنوان بالا کے ماتحت میں نے لکھے ہیں میں نے یہ دکھایا تھا۔ کہ اسلامی مقررہ نمازوں کے اوقات مقرر کرنے میں اور نماز سے پہلے وضو یا غسل کو ضروری ٹھیرانے میں ایک خاص غرض مدنظر ہے۔ اور یہ ظاہری الفاظ اپنی تہ میں ایک حقیقت رکھتے ہیں۔ اب میں بتانے کی کوشش کروں گا۔ کہ اسلامی نماز کے اندر مختلف ہیئات جسمانی اور مختلف حرکات کا اصل منشا کیا ہے۔ مسلمانوں میں دو قسم کی نماز ہے۔ ایک جسے فرض نماز کہا جاتا ہے۔ وہ اکثر حالات میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ جہاں تک جماعت کا میسر آنا ممکن ہو۔ دوسری سنت ہے جو تنہائی میں ادا کی جاتی ہے۔ اسلام میں امامت کا منصب کوئی خاص منصب نہیں اور جماعت میں سے کوئی شخص آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ ایسا شخص امام کہلاتا ہے۔ امام کا یہ فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ اُس کے مقتدی ٹھیک کھڑے ہیں اور کہ صفیں سیدھی ہیں۔ نماز کی ادائیگی کے وقت یہ لازمی ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی مسلمان ہو اس کا مونھ اس مقدس گھر کی طرف ہو جس کو کعبہ کہا جاتا ہے۔ اس کی غرض صرف ایک نظم کو قائم رکھنا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے خود فرمایا ہے

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر

والملٰئکة والکتاب والنبیین واٰتی المال علےٰ حبه ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئك الذین صدقوا واولٰئك هم المتقون (البقرة۔ ۱۷۷)۔ مشرق یا مغرب کی طرف مونھ کر لینے میں کوئی نیکی نہیں۔ بلکہ نیکی اس کی ہے جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور آخر کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور اللہ کی محبت کے لیئے مال دیتا ہے قریبیوں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور راہ چلنے والوں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے آزاد کرنے کے لیئے اور نماز قائم کرتا ہے۔ اور زکوٰۃ دیتا ہے۔ اور وہ لوگ جو اقرار کر لیں تو اپنے اقراروں کو پورا کرتے ہیں اور وہ لوگ جو دکھ اور تکلیف میں اور دشمن کے مقابلہ کے وقت صبر کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا (دعوے ایمان کو) اور یہی وہ ہیں جو اپنا بچاؤ کرتے ہیں +

نماز میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے جائیں اور اسکا منشا یہ ہے کہ نماز ادا کرنے والا اب دوسری تمام آوازوں کی طرف سے اپنے کانوں کو بند کر چکا ہے اور صرف ایک احکم الحاکمین کے لیئے ہی۔ اس کے کان شنوا ہیں مرد ہو یا عورت وہ اُس وقت گویا اپنے مالک حقیقی کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا وما انا من المشرکین یہ وہ لفظ ہیں جو اس کی زبان سے نکلتے اور اس کے دل کی کیفیت بتاتے ہیں۔ میں اپنے آپ کو اسکی طرف متوجہ کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین پیدا کیئے راستی کے ساتھ اور میں اُن میں سے نہیں جو خدا کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک کریں۔ اس کے بعد نمازی اپنے ہاتھ ایسے طور سے ایک دوسرے پر رکھتا ہے۔ جیسے اس ادب کے مقام کا تقاضا ہے۔ اور سورہ فاتحہ کو پڑھتا ہے جو بہترین دُعا ہے جو انسان کو سکھائی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد قرآن کا کچھ اور حصہ پڑھ کر وہ اللہ اکبر کہتا ہوا خدا کے حضور جھک جاتا ہے۔ اور اپنی اس ظاہری ہیئت کے ساتھ اپنے قلب کی کیفیت کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے۔ سبحان ربی العظیم۔ میری ربوبیت کرنے والا۔ ساری عظمتوں کا مالک ہر ایک عیب اور نقص سے پاک ہے۔ پھر اس کے بعد وہ کھڑا ہوتا ہے۔ اور یوں عرض کرتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ۔ جو کوئی اللہ کی تعریف کرتا ہے۔ اللہ اُسے قبول فرماتا ہے۔ اور ساتھ ہی ربنا ولك الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه۔ اے ہمارے رب تیرے لیئے ہی ساری تعریف ہے تعریف کثیر

پاک برکت دی گئی کہتا ہؤا حمد الٰہی کا اقرار کرتا۔ مگر اس حمد کے کرنے میں اپنی عاجزی کا اعتراف کرتا ہؤا اور اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ اس کے قلب میں وہ کمال عاجزی اور خشوع کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی جو احکم الحاکمین کے حضور پیدا ہونی چاہیئے۔ زمین پر گرجاتا ہے۔ اور اپنا ماتھا زمین پر رکھ کر ظاہری حالت جسمانی کو کمال عاجزی کے اظہار کی حالت بنا دیتا ہے۔ مگر اس پر قناعت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کا قلب بھی اس عاجزی کی کیفیت کا اعتراف کرتا ہے۔ اور وہ یُوں گویا ہوتا ہے۔ سبحان ربی الاعلےٰ۔ میری ربوبیت کرنے والا جو بہت ہی بلند اور اعلےٰ ہے۔ ہر قسم کے عیب اور کمزوری سے پاک ہے۔ سبحانك اللھم ربنا وبحمدك اللھم اغفر لی۔ پاک ہے ذات تیری اے اللہ ہمارے رب اور سب تعریف تیرے ہی لیئے ہے۔ اے اللہ میری حفاظت فرما اور اس طرح پر بشریت کے انتہا درجہ کی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے انتہا درجہ کے علو کا اقرار کرتا ہے۔ اپنے سجدوں کے بعد وُہ پھر کھڑا ہوتا ہے اور پھر عاجزی کے ساتھ زمین پر گرجاتا اور آخر کار مؤدبانہ بیٹھ جاتا ہے۔ آخر سلامتی اور رحمت کو طلب کرتا ہؤا نماز کو ختم کرتا ہے +

ایک مسلمان اللہ کے سوائے اور کسی سے دُعاء نہیں مانگتا۔ وہ احکم الحاکمین کے حضور جانیکے لیئے کسی کی سفارش کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ اپنے خالق سے براہِ راست تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیئے وہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا۔ جب تک ہر ایک قسم کی عاجزانہ ہیئت کو اختیار نہیں کرچکتا۔ یہہ مختلف ہیئات جسمانی درحقیقت صرف ایک رحمان رحیم خدا کے سامنے عاجزانہ محبّت کے اظہار کے لیئے ہیں۔ ہاں مختلف درجے عاجزی کے ہیں۔ پہلے ادب کے ساتھ کھڑا ہونا۔ پھر جھک جانا پھر سجدے میں گرجانا۔ اِس بات کو بتانے کے لیئے کہ اصل قلب کی عاجزی کا اظہار مدنظر ہے۔ ضرورت کے وقت یہ ہیئات صورت بدل لیتی ہیں۔ جیسے مثلاً بیماری کی حالت میں انسان لیٹا ہؤا نماز ادا کرسکتا ہے یا سفر میں سواری کے اوپر یا چلتی ریل میں +

ہاں ان ہیئات جسمانی کا ضروری قرار دینا اس لحاظ سے ہے کہ تا ظاہری جسمانی حالت قلب کے اندر وہ کیفیت عاجزی کی پیدا کردے۔ اور نمازی کو اس بات کا احساس ہوتا رہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں حاضر ہے۔ اب یہ آسانی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص فی الواقع اپنے آپ کو پانچ دفعہ ہر روز احکم الحاکمین کے حضور سمیع و علیم خدا کے سامنے کھڑا ہؤا پاتا ہو

اس کے اخلاق پر اس احساس کا اثر کیسا پاک ہوگا۔ بلکہ صرف اس بات کا علم ہے کہ وہ پانچ مرتبہ ہر روز احکم الحاکمین کے سامنے جوابدہ ہے۔ اخلاق انسانی پر نہایت نیک اثر پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ جب ایک انسان اپنی ذمہ داری کو آپ سمجھنے لگتا ہے۔ تو اُس کو دُوسرے انسانوں کا خوف نہیں رہتا جس قدر زیادہ وہ خدا کے سامنے عاجزی اختیار کرتا ہے۔ اُسی قدر زیادہ بیخوف وہ انسان کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے۔ گو یا خدا کے حضور اُس کا جھکنا ہی انسانوں کے سامنے اس کا راستی کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔ اسلام میں کفارہ کا کوئی عقیدہ نہیں۔ یعنی مغفرت حاصل کرنے کی ذمہ داری خود ہر انسان کے اپنے کندھوں پر ہے اور وہ خود اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ تمام تر اخلاص اور عاجزی کے ساتھ اسے جو کچھ طلب کرنا ہے وہ اپنے خالق و مالک سے ہی طلب کرنا چاہیئے۔ اس لیئے جس قدر ممکن ہوتا ہے اُسی قدر عاجزی کا وہ اظہار کرتا ہے۔ اسلام نے جو کچھ تعلیم اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق دی ہے وہ عیسائیت کے خدا کے خیال سے اختلاف رکھتی ہے۔ وُہ ہر انسان کو سب کچھ دینے کی طاقت بھی رکھتا ہے اور اسکا رحم بھی ایسا عالمگیر اور وسیع ہے کہ ہر طالب کو وہ دیتا ہے " فرماتا ہے ادعونی استجب لکم۔ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوٓء کیا وہ جو اضطرار والے کی التجا کا جواب دیتا ہے۔ جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔

خدائے اسلام نے کبھی اس ضرورت کو محسوس نہیں کیا کہ انسانوں کے گناہوں کو بخشنے کے لیئے کسی بھینٹ کی ضرورت ہے۔ وہ کامل محبت اور کامل رحم ہے۔ کینہ ور اور خون کا پیاسا نہیں کہ اپنی ہی مخلوق کے گناہ بخشنے کے لیئے اپنے ہی بیٹے کو ذبح کروا ڈالے۔ کوئی شخص بھی جب عاجزی سے اور صدق دل سے اس سے گناہوں کی معافی کا طالب ہوتا ہے تو وہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اسی لیئے مسلمانوں کے اندر اپنی عزت آپ کرنے کی صفت عیسائیوں سے بڑھ کر پائی جاتی ہے۔ وہ ہر سمجھیں گے کہ اپنے کیئے کے لیئے خود ہی ہلاکت قبول کریں۔ بجائے اس کے کہ وُہ ہلاکت جس کا بوجھ کسی دُوسرے کے سر پر ڈال کر اُن کو بچایا جائے۔ ان کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

حقّا کہ باعقوبت دوزخ برابر است — رفتن بپایہ مردی ہمسایہ در بہشت

وہ کبھی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اُن کے گناہوں کی گٹھڑی اُٹھا کر کسی دُوسرے کی پیٹھ پر

رکھی جائے اور اُن کی پیٹھ کو سیدھا کرنے کے لیئے دُوسرے کی پیٹھ کو ٹیڑھا کیا جائے۔ خواہ وہ دُوسرا خدا کا بیٹا ہی ہو۔ وہ اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ نمازوں اور دعاؤں میں اور اظہار عاجزی میں دوسری قوموں سے بڑھ کر پائے جاتے ہیں +

رُوحانی نقطۂ خیال سے اسلامی نماز کے مختلف ارکان اگر عاجزی اور خشوع پیدا کرنے والی ہیں تو جسمانی نقطۂ خیال سے بھی وہ ایک معنے رکھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کوئی خیالی مذہب نہیں بلکہ ایک عملی مذہب ہے جو اس دنیا اور زندگی بعد الموت دونوں کی بہتری چاہتا اور اُس کی تدابیر بتاتا ہے ظاہری رنگ میں نماز انسانی مساوات کی رُوح پیدا کرتی ہے۔ جب ایک کسان ایک بادشاہ کی کندھے سے کندھا لگا کر کھڑا ہوتا ہے۔ جب ایک غریب چیتھڑوں میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ایک دولتمند کے جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے ہو دوش بدوش بیٹھتا ہے۔ جب رعایا کا ایک معمولی آدمی اسی زمین پر سر رکھتا ہے جہاں ایک بادشاہ یا حاکم رکھتا ہے۔ تو ایک طرف ایک دُوسرے پر بیجا فخر اور کبر کی جڑ کٹتی ہے اور دوسری طرف ایک غریب سے غریب اور عاجز سے عاجز انسان کے دِل میں اپنی عزت آپ پیدا کرنے کی رُوح پیدا ہوتی ہے۔ اپنی عزت آپ کرنا سب انسانوں کا پیدائشی حق ہے۔ خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ سفید رنگ کے ہوں یا سیاہ رنگ کے۔ امیر ہوں یا غریب۔ کبر خواہ وہ کسی ملک کے لوگوں میں پایا جائے نہ صرف اِس خاص سوسائٹی کے لیئے لعنت ہے بلکہ تمام انسانوں کے لیئے۔ پس اسلام نے ایک عملی ذریعہ ایسا سکھایا ہے جس کی مشق پانچ مرتبہ ہر روز کرائی جاتی ہے۔ جس سے ایک طرف کبر کی جڑ کٹتی ہے اور دوسری طرف اپنی عزت آپ کرنے کی رُوح پیدا ہوتی ہے۔ کس طرح پر رب العالمین کے حضور عاجزی کو انسانی مساوات کے ساتھ ملایا ہے۔ اور کیسا مفید سبق نسل انسانی کو دیا ہے۔ کاش لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں +

صدائے صلیب

(از یحییٰ النصر پارکنسن)

عیسائی رسالہ مسلم ورلڈ میں ذیل کا سوال و جواب قابل توجہ ہے :-

سوال - ہمارے خداوند جو صلیب پر یوں چلایا کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اس کی تشریح تم ایک مسلمان کے سامنے کس طرح کروگے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ پکار اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ مسیح خدا نہ تھا محض انسان تھا +

جواب - ہمارے خداوند کی پکار کی نسبت جو مشکل پیدا ہوتی ہے اس کے متعلق مسلمانوں کے لیئے کوئی خصوصی جواب نہیں۔ ہاں جس طرح یہ مشکل ہم اپنے آپ کے لیئے حل کرتے ہیں اسی طرح انکے لیئے حل ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک یہ الفاظ مسیح کی پوری انسانیت کا اظہار کرتے ہیں جس کو بحیثیت ایک انسان ان گہرائیوں تک جانا پڑا۔ اور ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ اس گہرائی سے باہر نکل آیا۔ ان کی مایوسی کو پاؤں تلے روندا اور اپنی روح باپ کے سپرد کی اور کہا "پورا ہوا"۔ میں اس کے متعلق ایک مسلمان کے ساتھ بحث کرنا بھی پسند نہیں کرونگا جب تک کہ وہ پہلے اس بات کا مؤدبانہ علم حاصل نہ کرلے کہ ہم مسیح کی زندگی اور موت کو کس رنگ میں لیتے ہیں۔ اگر اس نے امام غزالی کی کتاب المنقذ کو پڑھا ہے تو وہ معلوم کرلے گا۔ کہ علم الٰہیات میں بعض ایسی باتیں ہیں جن کو ہم سمجھ نہیں سکتے یا ان کی نسبت صحیح رائے نہیں لگا سکتے جب تک کہ ہم ان کے اثر کے نیچے نہ آجائیں اور ان کو اندر داخل ہو کر نہ دیکھیں۔ یہ امام غزالی کی بحث و حل در معقولات کا حصہ ہے +

(ڈی۔ بی میکڈانلڈ)

پروفیسر کا جواب میرے لیئے اطمینان بخش نہیں ہے۔ دوسرے اپنے لیئے خود رائے لگا سکتے ہیں۔ اس دنیا میں مختلف مسائل ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ہر ایک مسئلہ ایک حل رکھتا ہے۔ ہم اس حل مسئلہ کو دیکھ سکیں یا نہ دیکھ سکیں مگر مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ہاں حل مسائل اس طرح سے نہیں ہوتا کہ ہم بیٹھ جائیں اور اسے ایک راز بنا کر رکھ دیں۔ ہمیں اس کے حل کرنیکی کوشش

کرنی چاہیئے۔ ورنہ ذہنی ترقی اور صفائی خیال میں یہ ہمیشہ کے لیئے ایک روک ہوجائے گا۔ اور اکثر اوقات دوسرے مسائل میں جن کا اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ہے۔ غلط راہ پر ڈالے گا۔ اگر پروفیسر اور ان کے ہم خیال مسائل کو رازہائے سربستہ بنا کر اپنے آپ کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کا اختیار ہے۔ مگر یہ اُن کا کام نہیں کہ دُوسروں کو بھی یہ تعلیم دیں کہ تم بھی اسی طرح دھوکہ میں رہو۔ تمام ایسے مسائل کی تحقیقات میں پہلی بات یہ ہے کہ مسئلہ کو صاف طور پر بیان کیا جائے اور تب اس کی متعلقہ تفصیلات کے ساتھ اس پر ایک کلی نظر ڈالی جائے +

پہلے ہم سوال کی تفصیل پر غور کرتے ہیں۔

متی ۲۷ باب ۴۶ میں ہے نویں گھنٹہ کے قریب یسُوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتانی یعنے اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ ۴۷۔ ان میں سے بعضوں نے جو وہاں کھڑے تھے سُن کر کہا کہ وہ الیاس کو پکارتا ہے۔ ۴۸۔ وہیں ان میں سے ایک نے دوڑ کر بادل لیا اور سرکے میں بھگویا۔ اور سرکنڈے پر رکھ کر اُسے چسایا۔ ۴۹۔ باقیوں نے کہا رہ جا ہم دیکھیں الیاس اسے چھڑانے آتا ہے کہ نہیں۔ ۵۰۔ اور یسُوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی"

مرقس ۱۵ باب " ۳۴۔ اور نویں گھنٹے یسُوع بڑی آواز سے چلا کر بولا ایلی ایلی لما سبقتانی جس کا ترجمہ یہ ہے اے میرے خدا میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا۔ ۳۵۔ بعضے انمیں جو وہاں کھڑے تھے یہ سن کے بولے دیکھو وہ الیاس کو بلاتا ہے۔ ۳۶۔ اور ایک نے دوڑ کے اسفنج کو سرکے میں بھگو کے اور ایک نرکٹ پر رکھ کے اسے چسایا اور کہا ہٹ جاؤ ہم دیکھیں تو کہ الیاس اسے اُتارنے آوے۔ ۳۷۔ تب یسُوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا"

لوقا۔ باب ۲۳ " ۴۶۔ اور یسُوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا۔ کہ اے باپ میں اپنی رُوح تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں۔ یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا"

یوحنا۔ باب ۱۹ " ۲۸۔ بعد اس کے یسُوع نے جان کے کہ اب سب باتیں پوری ہو چکیں یہ کہا تاکہ نوشتہ پورا ہووے کہ میں پیاسا ہوں۔ ۲۹۔ وہاں ایک برتن سرکے سے بھرا ہوا دھرا تھا۔ انھوں نے اسفنج کو سرکے میں تر کرکے اور زوفا کی ڈانھٹی پر رکھ کے اُس کے مونھ میں دیا ۳۰۔ پھر یسُوع نے جب سرکہ چکھا تو کہا پورا ہوا۔ اور سر جھکا کے جان دی"

لوقا میں سورج چھٹے گھنٹے سے تاریک ہوجاتا ہے اور نویں گھنٹے میں ہیکل کا پردہ پھٹ جاتا ہے باقی دو اناجیل میں پردہ کا پھٹنا بعد کا واقعہ بنایا گیا ہے۔ اور متی اس کے ساتھ اس قدر اور تفصیل بڑھاتا ہے کہ قبریں کھل گئیں اور مردے ان میں سے باہر نکل آئے اور ایک بڑا زلزلہ آیا جس نے چٹانوں کو کاٹ دیا۔ مگر ان تفصیلات کی دوسرے انجیل نویسوں کو کوئی خبر نہیں۔ یوحنا میں عورتیں اور وہ شاگرد جسے وہ پیار کرتا تھا صلیب کے پاس کھڑے ہوئے بتائے جاتے ہیں۔ لوقا میں اس کے تمام شناسائی اور عورتیں بہت دور کھڑی ہوتی ہیں۔ مرقس میں بھی یہی بتایا گیا ہے۔ کہ عورتوں نے دور سے دیکھا۔ متی کے مطابق بہت سی عورتیں دور سے دیکھ رہی تھیں۔ عورتوں کے متعلق تفصیلات بھی ایک دوسرے کے خلاف ہیں +

زیادہ تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم ایک مختصر سا خاکہ ان واقعات کا کھینچتے ہیں متی اور مرقس کے مطابق چور۔ سردار۔ کاہنوں اور حاکموں وغیرہ کے ساتھ مل کر یسوع کو ملامت کرتے ہیں۔ لوقا اس کی تردید کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ایک چور نے ایسا کیا تھا۔ دوسرے نے اُسے ملامت کی۔ یسوع اور دوسرے چور میں جو گفتگو ہوئی متی اور مرقس کو اس کا کوئی علم نہیں۔ اور جو کچھ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ اس گفتگو کا موقعہ ہی نہیں چھوڑتا۔ چوتھی انجیل اس بارے متعلق خاموش ہے گو اس کا دعوے ہے کہ پیارا شاگرد صلیب کے پاس کھڑا تھا۔ اور اُسکے ساتھ گفتگو کا بھی ذکر یعنی یسوع اپنی ماں کو اس شاگرد کے سپرد کرتا ہے۔ اور ماں کو بھی خطاب کرکے اس شاگرد کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس واقعہ کا باقی تین انجیلوں کو کوئی علم نہیں۔ بلکہ وہاں اس پیارے شاگرد کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ ان کے نزدیک پطرس ہی سب سے آگے ہوتا تھا۔ تائب چور کے ساتھ گفتگو صرف لوقا میں پائی جاتی ہے۔ اور پیارے شاگرد کے ساتھ گفتگو صرف یوحنا میں ہے۔ متی اور مرقس میں مسیح کی آخری پکار ایلی ایلی لما سبقتانی بتائی گئی ہے۔ دوسرے انجیل نویس اس سے قطعاً بے خبر ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ پکار جیسے کہ متی اور مرقس میں ہے۔ زبور ۲۲ باب پہلی درس سے لی گئی ہے۔ جہاں بعینہ یہی الفاظ ہیں "اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا +

لوقا اس کی بجائے ایک اور ہی پکار کا ذکر کرتا ہے۔ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں

سونپتا ہوں۔ اس کا اصل زبور ۳۱ باب ۵ درس میں ہے "میں اپنی روح کو تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں" یوحنا کچھ اور ہی کہتا ہے۔ وہاں آخری الفاظ مسیح کے یہ بتائے گئے ہیں "پورا ہوا" کل سات پکاریں ہیں جو صلیب پر مسیح کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ پہلی دو انجیلوں کو الگ کر کے کوئی دو ایک بات پر متفق نہیں ہیں۔ اور ہر ایک کچھ اور ہی الفاظ مسیح کی طرف منسوب کرتی ہے۔ اور ایک کے الفاظ دوسرے کے الفاظ کے لیئے کوئی موقعہ نہیں چھوڑتے +

پھر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سامعین نے مسیح کی اس عبرانی پکار ایلی ایلی لما سبقتانی کو غلط سمجھا اور کہا کہ یہ شخص الیاس کو پکارتا ہے۔ ایک یہودی تو ایسی غلطی کر نہ سکتا تھا۔ کیونکہ الیاس کا نام اور زبور کے الفاظ دونوں سے وہ اچھی طرح سے واقف ہوگا۔ باقی رہے رومی سپاہی سو غالباً ان بیچاروں نے کبھی الیاس کا نام بھی نہ سُنا ہوگا۔ انجیل نویس بھی غالباً ایسے لوگوں کے لیئے لکھ رہے تھے جو عبرانی زبان سے ناواقف تھے۔ کیونکہ وہ اصل الفاظ کو دے کر ساتھ ہی ترجمہ بھی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر اس کے شاگرد اس کو چھوڑ گئے اور بھاگ گئے تھے۔ جیسا کہ متی کہتا ہے۔ اگر اس کے شناسائی اور عورتیں بہت دور کھڑی تھیں تو وہ کوئی آواز سُن نہیں سکتے تھے۔ اس لیئے واہمہ کے لیئے بڑا موقعہ تھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ چوتھی انجیل کے مطابق پیارا شاگرد اور عورتیں پاس کھڑی تھیں۔ مگر اُنھوں نے یہ ایلی ایلی لما سبقتانی کی آواز ہی نہیں سُنی انجیلوں کے بیانات پر بحث کرنے کے بعد ہمیں کچھ اور بھی دیکھنا ہے۔ جسٹس مارٹر جو ۱۶۶ء کے قریب شہید ہوا "تذکرہ حواریین" سے جس میں اس کے قول کے مطابق "ہر ایک امر ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح" کے متعلق لکھا ہوا ہے نقل کرتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ صلیب پر مسیح نے پکارا "اے میرے خدا میرے خدا تو نے مجھے کہاں چھوڑا ہے" گو معلوم ہوتا ہے کہ اسے متی اور مرقس کے عبرانی فقرہ ایلی ایلی لما سبقتانی کا کوئی علم نہیں۔ مگر وہ لوقا کے مطابق ایک اور فقرہ کا بھی ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "کیونکہ جب وہ اپنی رُوح صلیب پر دے رہا تھا۔ اُس نے کہا باپ میں تیرے ہاتھوں میں اپنی جان سونپتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے تذکرہ سے معلوم کیا ہے" نکوڈیمس کی انجیل دونوں فقرے دیتی ہے۔ یونانی ایڈیشنوں میں لوقا والا فقرہ قدرے اختلاف کے ساتھ ہے۔ چنانچہ نسخہ (ا) (کوڈکس اے) میں ہے "اور ایک بلند آواز کے

ساتھ پکارتے ہوئے یسوع نے کہا باپ بیدلک افقد ردنی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ تیرے ہاتھوں میں میں اپنی رُوح سونپتا ہوں اور یہ کہکر اُس نے جان دے دی"۔ نسخہ ب (کوڈکس بی) میں ہے "تب یسوع نے بلند آواز سے پکارتے ہوئے کہا۔ باپ تیرے ہاتھوں میں میں اپنی رُوح کو سونپوں گا اور جان دے دی"۔ پرانے لاطینی نسخے بھی دونوں فقرے دیتے ہیں۔ پطرس کی انجیل میں ہے "میری طاقت میری طاقت تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" متی اور مرقس کے نسخوں میں اختلافات کی تعداد تعجب انگیز ہے +

ان امور پر رائے لگانے میں مسیح کی پکار کے ساتھ واقعات بھی جن کے اندر یہ پکار منسُوب کی جاتی ہیں غور طلب ہیں۔ یہ واقعات بالکل ایک قصہ کے رنگ کے نظر آتے ہیں۔ کپڑوں کے لیئے قرعہ اندازی پرانے دیوتاؤں کے قصوں سے مناسبت رکھتا ہے۔ جہاں بن سلی پوشاک سورج دیوتا کا شاندار لباس ہے۔ کانٹوں کا تاج ہیراکلس کے تاج کی یادگار معلوم ہوتا ہے اسی طرح سرکہ باکسی اور تلخ چیز کا شراب کے ساتھ ملا کر پلانا یہ بھی دیوتاؤں کے قصوں سے مناسبت رکھتا ہے +

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان واقعات کی تشریح کی بڑی بڑی کوششیں کیا کیا کی گئی ہیں +

ایک طرف پروفیسر پی ڈبلیو شمیڈل کی مسلم قابلیت اور فضیلت کا انسان ہے۔ جس نے انجیلوں کو اس دھن میں تلاش کرتے ہوئے کہ تاریخی مسیح کی زندگی کے لئے کچھ بنیادی واقعات ملجائیں آخر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمام اقوال اور افعال جو انجیلوں میں مسیح کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں رد کرنے کے قابل ہیں۔ باستثنائے چند فقرات جن میں سے زیادہ تر مرقس میں پائے جاتے ہیں اور جو مسیح کی طرف غیر معمولی واقعات منسُوب کرنے کے خلاف ہیں۔ وہ فقرات جن کو پروفیسر شمیڈل نے صحیح قرار دیا ہے۔ اب پلرز آف شمیڈل یعنی ارکان شمیڈل کے نام سے موسوم ہیں۔ اور وہ سب کے سب یسوع مسیح کو انسان ثابت کرتے ہیں۔ ان ارکان میں سے ہی ایک فقرہ ایلی ایلی لما سبقتانی والا فقرہ ہے۔ یہ فقرہ پروفیسر موصوف کے نزدیک اس بات کا کھلا کھلا ثبوت ہے کہ مسیح صرف انسان تھا۔ اور بشریت سے بڑھ کر اس میں کچھ چیز نہ تھی +

اس کے بالمقابل پروفیسر ڈبلیو بی سمتھ ہے۔ جو محض اشارات وکنایات کا پیرو ہے۔ اور

یسوع خدا کا اسی طرح قایل ہے جیسے اپولم اڈونس اور اسیرس کے پیرو۔ ان پروفیسر صاحب کو صدائے صلیب میں یعنی اس فقرہ ایلی ایلی لما سبقتانی میں "انسانی پیدائش یا انسانی تاریخ یا خالص انسانیت کا مطلق خیال تک بھی" نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ اُس کے نزدیک ایک دکھ اُٹھاتے ہوئے اور مرتے ہوئے خدا" حالات کی تصویر کھینچنے والا فقرہ ہے" یا بالفاظ دیگر خالص بُت پرستی کا فقرہ۔ پھر وہ لکھتا ہے " یہ خدا کے متعلق بڑے اعلےٰ تصوّر کی ایک شہادت ہے جس سے عارضی طور پر اپنے اوپر گوشت کا لباس پہن لیا تھا جس لباس کو اُس نے صلیب پر چھوڑ دیا۔ اور وہاں سے گوشت کے پیکر میں سے نکل کر شان و شوکت کے ساتھ اپنے اصلی وطن آسمان پر چڑھ گیا" آخر پر وہ لکھتا ہے

" یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ وہ الفاظ (جو تین صورتوں میں دیئے گئے ہیں) اور جو یہاں یسوع کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں۔ زبور ۲۲ باب درس اول سے لیئے گئے ہیں۔ جہاں وہ ایک حق پر چلنے والی اور دکھ اُٹھانے والی (اسرائیلی قوم) کی پکار ہیں۔ ان کا ایک ایسے خدا کی طرف منسوب کیا جانا جس نے اپنے جلال کو چھوڑ دیا تھا۔ اور دُکھ اُٹھانے والے گوشت کا چُغہ پہن لیا تھا۔ کسی طرح پر تعجب انگیز نہیں۔ نہ ہی ان کا صلیب پر بولا جانا تعجّب کی بات ہے کیونکہ افلاطون نے کہا تھا۔ کہ راستباز جسے ظالم سمجھ لیا جائے گا صلیب پر کھینچا جائے گا۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ متی اور مرقس کا جو کچھ تصوّر خدا کے متعلق تھا اس کو ان الفاظ سے کوئی صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ کیونکہ اگر ان کے خدا کے تصوّر کے خلاف یہ الفاظ ہوتے تو ان کے لیئے راہ کھلی تھی۔ کہ وہ اُن کو ترک کر دیتے۔ جیساکہ لوقا نے انکو ترک کر دیا اور ان کی جگہ بہتر سبق دینے والا فقرہ رکھ دیا" باپ میں تیرے ہاتھوں میں اپنی جان کو سونپتا ہوں" اور یوحنا نے اس سے بھی زیادہ مؤثر فقرہ رکھدیا" پورا ہوا" اور پطرس کی انجیل اور بھی صفائی سے ان الفاظ کو یوں تبدیل کر دیا۔ کہ بجائے میرے خدا کے لفظ میری طاقت رکھ دیا۔ اس بات کے فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ان تینوں کے دل میں یسوع کی عزت مرقس یا متی سے بڑھ کر تھی اور وہ اس کے الفاظ کی کم عزت کرتے تھے۔ یہ صرف الگ الگ مستحسانت ہیں جن کا وہ علم الٰہیات کے قصہ نویسی میں اظہار کرتے ہیں"

ایک اور تشریح ان الفاظ کی یہ ہے کہ اس سارے تذکرہ میں ایک قسم کا مسٹری ڈراما ہے جس میں بہت سے اجزا بت پرستی کے رواجات کے شامل ہو گئے ہیں جو (مقتول خدا) کے مختلف عقائد میں پائے جاتے ہیں۔ اور اُس کو ایسی طرح اس تذکرہ میں داخل کیا گیا ہے کہ یہ بتانا بھی ناممکن ہے کہ ان کے نیچے تاریخی مادہ کا کوئی ٹکڑا ہے یا نہیں۔ مسٹر ڈراما کے رنگ میں یہ پکار اور اس کی مختلف قرأتیں قابل تشریح ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ایسی پکار نہ سامعین کی فہم کے خلاف تھی نہ خلاصہ کلام یہ کہ تین مختلف توجیہات اس صدائے صلیب کی ہیں۔ اوّل پروفیسر شمیڈل کے جو اس قسم کے معجزات کو جیسے پانچ ہزار کو کھانا دینا محض تمثیلات کے رنگ میں لیتا ہے اور ایسے معجزات کو جیسے شفا دینے کے معجزات ان سے مراد روحانی طور پر شفا دینا لیتا ہے اور جو ان تمام فقرات کو جن میں مسیح کی طرف غیر معمولی باتیں منسوب کی گئی ہیں خلاف تاریخ بتا کر رد کرتا ہے۔ دوسری تشریح پروفیسر سمتھ کی ہے۔ کہ یہ سب محض ایک تصویری رنگ کا تذکرہ ہے۔

آنحضرت {صلی اللہ علیہ وسلم} کی حب الوطنی

(ایک نو مسلم انگریز خاتون امینہ کی قلم سے)

زندگی کی سب سے زیادہ خوبصورت اور بہترین باتیں ان لوگوں سے ہمیں ملی ہیں۔ جن کو ہم خواب بین یا خیال کے پیرو کہتے ہیں۔ لیکن کسی اعلےٰ مقصد کو صرف خیال میں لے آنا کوئی فائدہ نہیں دیتا جب تک کہ ان خیالات کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ غلاموں کی تجارت کا رکنا ایک خیالی آدمی کے خیال کی برکت سے ہی ہوا اس نے اس کے خطرناک نتائج کو دیکھا اور یہ اس کی زندگی کی ایک خواب اور اس کی امید بن گئی کہ اس کو دنیا سے دور کرنا چاہیئے۔ اور آخر کار اُس نے اس خیال کو عملی جامہ پہنایا اور اس طرح اس کی خواب نے واقعات کے رنگ میں تعبیر دیکھی۔ حق پر ہو کر ناکام رہنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ غلطی پر ہو کر انسان کامیاب ہو۔ اور وہ شخص جو سچ کا حامی ہے اور صرف ایک ہی پیرو رکھتا ہے اس سے بہت بہتر ہے جو جھوٹ کا پیرو اور لاکھوں کا پیشرو ہے۔

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگ خواب بین یا ایک خیالی آدمی کہتے ہیں۔ مگر آپ نے اس قدر کام کیا کہ آپ کی ساری خوابیں حقیقت بن گئیں +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بڑے محب وطن تھے۔ اور ایک سچا محب وطن سب لوگوں سے بڑھ کر خود غرضی سے پاک اور ایثار کا جوہر رکھتا ہے۔ محب وطن وہ شخص ہے جو اپنے ملک یا دنیا کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم کرتا ہے۔ جس کے دل میں ہر وقت نسل انسانی کی بہتری کا جوش ہو۔ اس لیئے کوئی شخص اچھا محب وطن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود غرضی کی بیماری سے پاک نہ ہو۔ دنیا میں جس قدر محبان وطن ہوئے ہیں حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ان سب سے بڑھ کر محب وطن تھے اور سچے اور صحیح معنوں میں محب وطن تھے۔ حق کی خاطر اس نے گالی گلوچ اور دھمکیوں کو برداشت کیا۔ سچائی کے پھیلانے کے لیئے غریبی کو قبول کیا۔ روشنی کے پھیلانے کے لیئے سخت سے سخت دکھ اُٹھائے اور اپنے آپ کو خطرناک سے خطرناک دشمنوں کے حملوں کا آماجگاہ بنایا۔ اس سادہ زندگی کے لیئے جو آپ بسر کرتے تھے جس قدر بھی آپ کی تعریف کی جائے کم ہے۔ کیونکہ آپ اپنا روپیہ دُوسروں پر خرچ کرتے تھے۔ اور مال و دولت سے آپ کو برخلاف بعض دُوسرے نبیوں کے وافر حصّہ ملا تھا +

آپ اپنی قوم میں اعلےٰ درجہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور آپ کے پاس ایسے سامان تھے کہ آپ چاہتے تو عیش اور آرام میں فراخی کے ساتھ زندگی بسر کرسکتے تھے۔ مگر چونکہ آپ ایک سچے اور پاک محب وطن تھے۔ آپ نے اپنی بہترین قوتوں کو اور اپنے مال کو دنیا کے فائدہ کے لیئے لگا دیا۔ اور جو کچھ آپ کے پاس تھا اُسے نسل انسانی کی خدمت میں لگا دیا۔ لوگوں کو یہ بات سکھانے کے لیئے کہ کس طرح اچھی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ پہلے انھیں یہ سکھانا ضروری ہوتا ہے کہ کس طرح اچھے خیالات ان کے دل میں پیدا ہوں۔ اور جب ان کے دلوں میں اچھے خیالات پیدا ہونے لگیں گے تو وہ خود ہی اچھی زندگی بسر کرنا سیکھ جائیں گے۔ جس شخص کی تربیت ہی یوں ہوئی ہے کہ وہ خدا کو کینہ ور اور انتقام لینے والا یقین کرے۔ وہ اپنی مصائب میں ایسے خدا کی طرف کیا متوجہ ہوگا۔ بلکہ وہ افسوس کرے گا۔ کہ کیوں وہ پیدا ہوا۔ اور خدا سے محبت کی بجائے اور اسکی صفات کا علم حاصل کرنے کی بجائے وہ اس سے ہمیشہ خائف ہی رہے گا۔ لوگوں کو اس راہ پر

ڈال دو کہ صحیح خیالات ان کے دلوں میں پیدا ہوں تو جنگیں۔ بیماریاں۔ افلاس اور تمام وہ خطرناک چیزیں جن کی وجہ سے نسل انسانی دکھ میں مبتلا ہے خود ہی نہ رہیں گے۔ مگر عیسائی کلیسیا کیا کرتی ہے۔ بجائے اس کے کہ لوگوں کو یہ سکھائے کہ پاک اور نیک خیالات اُن کے دلوں میں کیونکر پیدا ہوں۔ خود اپنے آپ کو اُن کے خیالات کا ذریعہ ٹھیراتی ہے۔ گویا کسی انسان کو اپنے طور پر غور اور فکر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس طرح پر چند مبہم اور غیر معمولی رازوں کا بوجھ ایک آدمی کے اُوپر ڈال دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا مذہب انسان کو دق کر دیتا ہے۔ اور بجائے قلب کو راحت پہنچانے کے اُس کو تکلیف میں ڈال دیتا ہے۔ اور جو کوئی کچھ کرتا بھی ہے وہ محض ایک کل کے طور پر جس کی چابی گویا کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس لیئے ایسا شخص ایسے مذہب سے بیزار ہو کر اس بات کو پسند کرتا ہے۔ کہ کوئی بھی مذہب نہ رکھے +

جہاں تک اصول اور بنیادی قوانین کا تعلق ہے یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ انسان کی ساری کی ساری ایجادات نہ موسموں کے تغیر و تبدل پر اپنا اثر ڈال سکتی ہیں۔ نہ قوانین قدرت میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکتی ہیں۔ اسی طرح پر باوجود مختلف مذاہب اور متفرق عقائد اور تعلیمات کے روحانی طور پر بھی یہی قانون حاوی ہے جو جسمانی طور پر حاوی ہے۔ سمندر کبھی ایک رنگ میں نظر آئے کبھی دوسرے میں۔ کبھی اُس کی سطح ساکن ہو کبھی تلاطم میں۔ مگر ہمیشہ سمندر وہی ایک ہی ہے اور ایک حالت کے بدلنے سے یا ایک نئی کیفیت کے پیدا ہونے سے سمندر نیا نہیں ہو جاتا۔ یہی حال مذہب کا ہے۔ جو اصولاً ہمیشہ ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا۔ کیونکہ خدا ایک اور لاتبدیل ہے۔ اسلیئے اس کے اصولی قوانین بھی ایک ہی ہیں۔ ہاں آج لوگوں نے ایک اور غرض کے لیئے بھی مذہب بنا رکھے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اپنی جیبوں کو پر کرنے کا ان مذاہب کو ذریعہ بنا رکھا ہے۔ مگر حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا مذہب وہ ہے کہ جس کے سکھانے کے لیئے وہ کوئی اجر نہیں چاہتے۔ اور بار بار فرماتے ہیں لا اسئلکم علیہ من اجرا۔ میں تم سے اس کے لیئے کوئی اجر نہیں چاہتا۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا دیانتداری سے اور

تعصب سے خالی ہو کر مطالعہ کریں گے۔ وہ دیکھ لیں گے کہ آپ کیسے سچے محب وطن تھے۔ آپ نے مال کو چھوڑا۔ آرام کو چھوڑا۔ آسائش کی زندگی کو چھوڑا۔ اور بجائے اس کے ایسی زندگی اختیار کی جو ایک سخت جدوجہد کی زندگی تھی۔ بڑے بڑے دکھ اور مصیبتیں نوع انسان کی بھلائی کے لیئے آپ نے جھیلیں اور اپنی جان کو اس لیئے دکھوں میں ڈالا تا دوسروں کو آرام پہنچے۔ اس سے بڑھ کر اور کون شخص محب وطن کہلا سکتا۔ پس چاہیئے کہ ہم اس کے پاک نمونہ کو اختیار کریں جو نوع انسان کا سب سے بڑا ہمدرد اور خیر خواہ اور سب سے بڑا سچا محب وطن تھا اور وہ نمونہ کیا ہے کہ جب آپ بڑے مرتبہ کو حاصل کر سکتے تھے۔ آپ نے عاجزی اور فروتنی اختیار کی۔ اور جب وہ اُن کو جنھوں نے اسے دکھ دیئے تھے سزا دے سکتا تھا۔ ان کی بدی کا عوض معافی سے دیا +

دشمنوں سے پیار
کا
عملی ثبوت

اسلام کی بڑی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ دُوسرے مذاہب کی اس تعلیم کو بھی جو ان مذاہب میں موجود تو تھی۔ مگر عمل میں نہیں آئی اور نہ عمل میں آنے کے قابل سمجھی گئی عملی جامہ پہنا دیا۔ اور اس طرح بھی پایا جاتا۔ مگر وہ عموماً الفاظ تک ہی محدود رہا ہے۔ اسلام نے محض لفظوں پر زور دینے کی بجائے اس کو عمل میں داخل کر دیا ہے۔ انجیل کے یہ الفاظ کیسے دلخوش کن نظر آتے ہیں "میں تمھیں کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو" مگر اس تعلیم کو ناقابل عملدرآمد ہی سمجھا گیا۔ اور عیسائی مذہب کی تاریخ بھی اسی پر شاہد ہے کہ یہ فقرہ جو ظاہر طور پر بڑا دلکش نظر آتا ہے۔ حقیقی طور پر اس نے دلوں میں جگہ نہ پائی۔ اور نہ ہی خود حضرت مسیح علیہ السلام نے کوئی عملی راہ اس کے لیئے تجویز کی کہ کیونکہ دشمنوں سے پیار کیا جائے اور نہ فرق کر کے بتایا کہ کون سا موقعہ کسی دشمن کے ساتھ پیار کرنے کا ہے۔ اور کونسا وہ موقعہ ہے کہ اس وقت دشمن کے

ساتھ پیار کرنے کا ہی اور کونسا وہ موقعہ ہے کہ اس وقت دشمن کے ساتھ دشمن کا سلوک بھی کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر موقعہ پر دشمن کے ساتھ پیار کرنا نہ کسی انسان سے آج تک ہو سکا اور نہ آئیندہ ممکن ہے۔ حضرت مسیح کے دل میں شاید ایسے خیالات ہوں کہ وہ اس تعلیم کے عملی پہلوؤں پر کچھ روشنی ڈال کر اس کو قابل عمدرآمد بنائیں۔ مگر ان کا وہ فقرہ کیسا صحیح ہے کہ میں ساری باتیں تم کو نہیں بتا سکتا۔ ہاں جب تسلی دھندہ یا روح حق آئے گی تو وہ تم کو ساری راہیں بتائے گی۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کا قلب اس بات کو محسوس کر رہا تھا۔ کہ ان اعلےٰ درجہ کی تعلیموں کی اصلی تکمیل کا اور ان کو عملی جامہ پہنانے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اور اس عظیم الشان کام کے لیئے اللہ تعالےٰ دُنیا میں کسی اور انسان کو بھیجنا چاہتا ہے۔ پس اُنھوں نے اس دلکش فقرہ کو یونہی چھوڑ دیا۔ اور دشمنوں سے پیار کی عملی راہ بتانیوالے کے لیئے انتظار کرنے کو کہا ۔

دشمنوں سے پیار واقعی بڑا پیارا فقرہ ہے۔ مگر حقیقی طور پر دشمن سے پیار کا ثبوت انسان کس حالت میں دے سکتا ہے۔ ایک انسان دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ بیکسی کی حالت میں ہے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے قابل ہی نہیں۔ وہ تکلیف پہنچائیں تو اس کے لیئے سوائے اسکے چارہ نہیں کہ اُسے برداشت کرے۔ ایسی حالت میں برداشت تو ہر انسان کو کرنی پڑتی ہے۔ ہاں جو انسان باوجود اس سلوک کے ان دشمنوں سے دل میں بغض نہ رکھتا ہو۔ وہ بیشک نسبتاً ایک اعلےٰ مقام پر ہے۔ مگر قلبی کیفیات کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا جب تک کہ عملی حالت اس پر شہادت نہ دے۔ اور اس لیئے ایسا انسان یہ کہنے کا حقدار نہیں۔ کہ میں اپنے دشمنوں سے پیار کرتا ہوں۔ بلکہ یہ صرف مُونھ کے لفظ رہ جاتے ہیں۔ دشمن سے پیار کے عملی ثبوت کا وقت وہ ہوتا ہے کہ جب ایک شخص کو دشمنوں نے سخت دکھ پہنچائے۔ تکلیفیں دیں مصیبتوں میں ڈالا۔ اس کے ساتھ دشمنی کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ پھر اس کے بعد اس شخص کو موقعہ ملے کہ اس کے سامنے اُس کے دشمن ایسی ہی بیکسی کی حالت میں ہیں جیسے وہ خود کبھی اُن کے سامنے بیکسی کی حالت میں تھا۔ اور اس کو یہ قدرت حاصل ہو۔ کہ اپنے دشمنوں کو ان دکھوں اور تکلیفوں کو جو اُنھوں نے پہنچائے تھے قرار واقعی سزا دے

ایسی حالت میں اگر بجائے سزا دینے کے وہ انعام دے۔ بجائے تکلیف پہنچانے کے آرام پہونچائے۔ تو بیشک وہ انسان اس قابل ہے۔ کہ اس کے متعلق یہ کہا جا سکے۔ کہ اُس نے دشمنوں سے پیار کیا۔ لیکن ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ آپ کے حواریوں کو یہ موقعہ اس زندگی میں ملا۔ کہ وہ اس طرح دشمنوں سے پیار کا کوئی عملی نمونہ دکھاتے۔ اور اس لیئے اُن کی تعلیم نری لفظوں میں ہی رکھی رہ گئی۔

لیکن ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے یہ موقع دیا۔ کہ آپ نے پہلے دشمنوں کے ہاتھ سے خطرناک دکھ اُٹھائے۔ آپ کے صحابہ کو گھروں سے نکالا گیا۔ بعض کو قتل کیا گیا بعض پر خطرناک مظالم کیئے گئے۔ اس حالت میں آپ نے سب دکھ اُٹھائے۔ پھر دوسرا موقعہ آپ کو یہ دیا گیا کہ وہی ظالم دشمن سب کے سب آپ کے ہاتھ سے مغلوب ہوئے۔ خود تائب نہیں ہوئے۔ بلکہ جنگوں میں مغلوب ہو کر آخر مقابلہ سے عاجز آگئے۔ اب وہ جس کو دکھ دیا گیا۔ جس سے خطرناک دشمنی کی گئی۔ جسکو دنیا سے مٹانیکی کوشش کیگئی۔ وہ بادشاہ ہے اور اُسکے سامنے وہ سارے ظالم ٹھیک مجرموں کی طرح حاضر اور اپنے گناہوں کے اقراری ہیں۔ اسوقت آپنے ان کو معاف کر کے اسبات کا ثبوت دیا کہ یہ دشمنوں سے پیار کا عملی طریق ہے۔ اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیئے یہ تعلیم دیگئی کہ وہ اسطرح سے اپنے دشمنوں کے ساتھ پیار کا عملی ثبوت دیتے رہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ واتی المال علی حبہ ..... فی الرقاب۔ یعنی نیکی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کی محبت کیلیئے ان دشمنوں کو قید سے آزاد کرنیکے لیئے اپنا مال خرچ کرے جنکو جنگ میں قید کیا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی حکومت کو یہ ہدایت کی کہ بیت المال میں سے بھی ایک حصہ قیدیوں کے آزاد کرنے پر صرف کیا جائے۔ کیا پاک تعلیم ہے کہ اگر لفظوں کو تلاش کرو تو وہ تو انجیل میں ملیں گے لیکن عمل چاہو تو اسکی طرف قرآن ہدایت کریگا۔ خدا کے پاک کلام نے چاہا کہ اسلام کی تعلیم نری لفاظی نہ ہو۔ اس لیئے دشمنوں سے پیار کی اعلےٰ سے اعلےٰ عملی راہ سکھا کر نام تک بھی نہیں لیا۔ تاکہ انسان اس پر جھوٹا فخر نہ کرے۔ ہاں یہ فرمایا کہ اللہ کی محبت کے لیئے ایسا کرو۔ کیونکہ اللہ کی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ اُس کی مخلوق میں سے اس کے ساتھ بھی احسان کیا جائے۔ جسکے ساتھ انسان کی خواہشات احسان اور پیار کی بجائے سزا کے معاملہ کے متقاضی ہیں +

اجرت اشتہارات

رسالہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت ایک سال کے قلیل عرصہ کے اندر محض اللہ تعالے کے فضل وکرم سے دو ہزار سے متجاوز کر گیا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ بڑی عجلت سے اس کا دائرہ اشاعت دس ہزار ہو جاویگا۔ مشتہرین کے لیئے اپنے اشتہار درج کرانیکا اس سے بڑھکر **نادر موقع** اور کوئی نہیں ہو سکتا + ــ ــ ــ ــ ــ **مینیجر رسالہ**

انداز صفحہ	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
چوتھائی	عمر/	پچار/	للعہ/	۱۸عہ/
نصف	عہ/	صہ/	لعہ	۵عہ
پورا	للعہ/	عشک	۱۸عشہ	۲۰عہ

نوٹ:۔ باقی امورات خط وکتابت سے طے ہو سکتے ہیں +

کشف المفہوم

سلسلہ جدید

اردو شرح مثنوی مولانا روم

اصل شعر جلی نیچے مشکل الفاظ کی لغات پھر ترجمہ اور پھر شرح سلیس اور عام فہم اردو میں کردی گئی ہے۔ چونکہ یہی مرتبہ تعدا بیس۔ ۵۰۰ چھپوائی گئی ہے۔ اور آئندہ یہ سلسلہ تقریباً اسی قدر ہر دو ماہ بعد شائع ہوا کریگا۔ لیکن بہت ضروری ہے کہ جب تک اس حصہ کے ۵۰۰ خریدار نہ ہو جائیں اس وقت تک آئندہ حصے شائع نہیں کئے جائینگے امید ہے کہ آپ بہت جلد توجہ فرما کر تعداد مذکور کو پورا کر دینگے حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت معہ محصول ڈاک صرف ۱ (۱ر) اسوۂ حسنہ یعنی امام بخاری حصہ ۱ صفحہ قیمت معہ محصول ڈاک (۱۵ر) علاوہ ازیں ہر قسم کی کتاب اس پتہ سے طلب کریں +

مہتمم کتب خانہ خادم العلوم لاہور حلقہ نمبر ۲

مذاہب اسلام مسلمانوں کے کل فرقوں کے تاریخی حالات و اعتقادات بڑی تحقیق و تدقیق سے مولوی محمد نجم الغنی صاحب رامپوری مصنف کتاب متعددہ نے قلمبند کئے ہیں۔ یہانتک کہ ابتداء سے لیکر مرزائی نیچری اور مہدی سوڈانی کے عقائد تک معہ حالات تاریخوار لکھدیئے ہیں۔ طبع ثالث میں وہ چند سے بھی بڑھ گیا ہے حجم ۵۰۰ قیمت للعہ

عربی بولچال جسمیں ہندیوں کو زمانہ حال کی عربی زبان سیکھنے اور عربی بولنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ ابتدا میں دو ہزار الفاظ عربی معہ معانی اردو ہر قسم کی گفتگو کے لیئے پھر چار ہزار فقرات اور محاورات آجکل کے مصر کے اور شام کے اور عرب کے روزمرہ کے معہ اردو ترجمہ اخیر میں پرائیویٹ اور دفاتر کی خط وکتابت اور قبالے کے نمونے درج ہیں قیمت (۱۲ر) ملنے کا پتہ:۔ **دفتر مینیجر صوفی۔ پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب** +

عزیز الخطب
یعنی
مجموعہ خطب خاندان عزیزیہ

جس میں حضرت مولینا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے تصنیف فرمودہ خطبے جو مروج عام ہیں نہایت صحت کے ساتھ تمام و کمال درج ہیں جن کو ابوالخیر مولینا مولوی شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی نے ترجمہ منظوم سے آراستہ کیا ہے ۔ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ خوانی کا رواج عہد نبی کریم سے آج تک بدستور چلا آتا ہے۔ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے مضامین خطب میں ضروری ترمیمیں بھی ہوئیں جنھوں نے مناسب اثرات سامعین پر ڈالے۔ خطبے عموماً زبان عربی میں مروج ہیں۔ لیکن سامعین میں فیصدی ۹۹ اس زبان کے دقائق وحقائق معانی و مطالب سمجھنے سے قاصر دیکھے گئے۔ اس لیئے ضرورت نے پھر تجدید کی اور خطبوں کا ترجمہ اردو میں ہونے لگا۔ ترجمہ تو ہو گیا مگر ترجمہ خوانی کا رواج نہ ہوا۔ اور جو ضرورت درپیش تھی وہ باقی رہ گئی۔ سچ بھی تو ہے اگر ایک خطیب بجائے عربی کے اردو میں نصیحتیں کرتا چلا جائے تو لوگ اُسے بجائے خطبہ کے وعظ کہیں گے۔ حالانکہ خطبہ جامع موعظت ہی کا نام ہے۔ تاہم سیدھی سادھی نثر عبارت کا اثر عبارت بھی کیسی۔ عربی کا لفظی ترجمہ خراش سامع سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے نثر ترجمہ کسی خطیب نے نہ پڑھا اور نہ اس کا ملک میں رواج ہوا۔ اور بندہ نے یہ تجویز سوچی کہ اگر خطب مروجہ کا ترجمہ نظم ہو جائے تو وہ عام پسند۔ مروج موثر۔ اور ضرورتوں کا پورا کرنے والا ثابت ہو سکتا ہے۔ اودھر یہ تجویز ذہن میں آئی۔ اُدھر تائید غیبی نے آغاز اسباب کے لیئے احساس تعمیل کو حرکت دی۔ خوشخط۔ کاغذ عمدہ نہایت صحت وصفائی کے ساتھ لکھنؤ میں طبع ہوا ہے۔ قیمت صرف بلا جلد ۱۰ / مجلد ۱۲ / ✦ تمام درخواستیں بنام

حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب نمبر ۳۹۹ موچی بازار متصل مسجد ابراہیم بنگلور لشکر کے آنا چاہئیں

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ

حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی کے وجود باجود سے علمی و مذہبی دنیا بخوبی واقف ہے آپ نے حال ہی میں قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو لندن میں زیر طبع ہے۔ اردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمان احباب کو مبارک ہو کہ آپ نے قرآن کریم کے تفسیری نوٹوں کو اردو میں بھی شایع کرنا شروع کر دیا ہے جس کے دو حصہ شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے حصہ میں صرف پارہ اوّل کے نوٹ ہیں۔ اور دوسرے میں جو نکات القرآن کے نام سے شایع ہوا ہے۔ سورہ بقرہ ختم کردی گئی ہے ✦

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ ۔ حصہ اوّل (۶/) نکات القرآن ۔ حصہ دوم (۶/)

نوٹ :۔ حصہ سوم خدا تعالےٰ کے فضل سے زیر طبع ہے ✦

مہتمم رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا لاہور

امرت دھارا صابن

جلدی امراض کے واسطے خالص امرت دھارا کی جگہ ہم نے امرت دھارا داخل کر کے صابن تیار کرایا ہے۔ جس کے استعمال سے نہ صرف جلدی امراض داد چنبل۔ پھوڑا۔ پھنسی۔ خارش۔ پتی وغیرہ دور ہوتی ہیں بلکہ چہرہ پر ملنے سے چہرے کے کیل چھائیاں وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ چمڑے ملائم اور خوبصورت بناتا ہے۔ اور بچوں کو ملکر نہلانے سے ان کو جلدی امراض نہیں ہوتی ہیں۔ نیز ڈس انفکٹنٹ ہے۔ مریضوں کو دیکھنے کے بعد اس سے ہاتھ صاف کرنے سے جرمز فوراً ہلاک ہوتے ہیں۔ اور بیماری کا خطرہ نہیں رہتا۔ کوئی دوائیہ صابن اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ جتنی امرت دھارا اس میں ڈالی جاتی ہے اس کے مقابلہ میں قیمت ہم نے بہت ہی کم رکھی ہے۔ یعنی ۱۲؍ فی بکس ۳ ٹکیہ۔ فی ٹکیہ ۵؍

المشتہر **منیجر کارخانہ امرت دھارا لاہور**

امرت دھارا لوزنجز

امرت دھارا کی میٹھی ٹکیہ

جس طرح سے ولایت سے پیپرمنٹ کی ٹکیہ آتی ہیں ویسی ہی ٹکیہ امرت دھارا داخل کر کے ہم نے طیار کروائی ہیں۔ جن کو منہ میں رکھ کر چوستے رہنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے۔ نیز دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ دانتوں میں کیڑا نہیں لگتا۔ منہ کی بدبو دور ہوتی ہے۔ بلغم۔ کھر کھری کھانسی وغیرہ نہیں اٹھتی ہے۔ بچے بھی ان کو کھا کر امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔

قیمت ستو ٹکیہ صرف ۴؍

ملنے کا پتہ **منیجر کارخانہ امرت دھارا۔ لاہور**

بہارِ حسن

پری جمال کہتے ہیں جسکو وہ بے نظیر عنبری + حسن کی شان بڑھانے کو ذریعہ میں ہوں

معزز حضرات! دہلی کے قدیم خاندانی اطباء کے سینکڑوں ... کے خاص خاص مجربات اور حسن و

آبھوتی ... صابن و خوشبودار تیل خاص طور پر طیار کرائے جاتے ہیں (دواخانہ کی فہرست مفت ملتی ہے)+

پری جمال صابون

... خوبصورت ہونے کی بے نظیر ایجاد ہے تازہ تازہ پھولوں ... ادویات سے طیار کیا جاتا ہے۔ جلد کی تمام چھائیاں مہاسے داغ دھبے دور کر دیتا ہے۔ جلد کو مخمل کی مانند نرم کر دیتا ہے +
قیمت فی بکس ... صابندانی ایک روپیہ ... (عہ)

روغن پری بہار گیسو دراز

تازہ پھولوں کی بہار اور مستانہ خوشبو میں لاجواب ہے بالوں کو لمبا اور ریشم کی طرح ملائم کر دیتا ہے اسکی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ فی شیشی ۱۰ تولہ قیمت ایک روپیہ (عہ)

حب جواہر مہرہ

قلب و معدہ و جگر و دل و دماغ کو قوت پہنچاتی ہیں کمزوری کو بہت جلد دور کرتی ہیں۔ فی شیشی ۸ گولیاں قیمت ... (عہ)

دوائی ضیق

ہر قسم کی کھانسی دمہ کیلئے بے انتہا مفید ہے اور ضعف دماغ کیلئے اکسیر ہے۔ فی شیشی ۶ ماشہ قیمت ایک روپیہ ... (عہ)

حب بواسیر

خونی و بادی بواسیر کا مجرب علاج مسوں کو دور کرتی ہیں محلل ریاح ہیں۔ فی ڈبیہ ۴۰ گولیاں قیمت ایک روپیہ (عہ)

المشتہر

حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ **نورتن دہلی** بازار فراش خانہ

اینٹی ڈرماسپس

بیس سال کا بیمار بچ گیا — بیس سالہ بیمار بچ گیا

تمام جلدی بیماریوں کیلئے بے بدل اور بے ضرر دوائی ہے۔ اسکے بیرونی استعمال سے بھگندر پھوڑا پھنسی پھوڑا اسود جنبل سرخ باد کیسی تیز ہو خارش والے ... کا زخم۔ مدہ ہیراں گرنا ناسور خارش دانتوں سے خون بہنا مسوڑوں کا پکنا۔ دانتوں کو آخرہ لگنا وغیرہ وغیرہ غرضیکہ کسی قسم کا ... کیسا ہی پرانا زخم کیوں نہ ہو جس سے کل دنیا کے ڈاکٹر مایوس ہو چکے ہوں۔ علاج ہفتوں یا مہینوں نہیں کرنا پڑتا۔ ہمارا دعویٰ ہے صرف ایک دفعہ لگانے سے ہی زخم نصف کے قریب تندرست ہو جاویگا پرچہ ترکیب ہمراہ ارسال خدمت ہوگا۔
قیمت فی بکس ایک روپیہ (عہ) محصول ڈاک ۴ر نمونہ ۴ر
... متعلق ہمارے پاس متعدد سرٹیفکیٹ ہیں

دی ڈرما اینڈ کو۔ وزیر آباد

معجزۂ قرآن

اس رسالہ میں مروجہ قانون میراث کے نقائص و عیوب پر بحث کرنیکے علاوہ کلام اللہ شریف سے ایک صحیح اور با اصول قانون تقسیم میراث مسلمانان پیش کیا گیا ہے جس پر مشاہیر علماء نے اسلام کے علاوہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے زبردست ریویو کیا ہے قیمت فی جلد ۵ر

خیر کثیر۔ ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں علمی۔ ادبی طبی۔ حسابی و سائنٹیفک دلائل سے مبسوط بحث کی گئی ہے قیمت فی جلد ۴ر +

قرآن مجید رسول حمید۔ کلام اللہ کے منجانب اللہ اور حضرت محمد کے رسول برحق ہونے کے متعلق زبردست دلائل قیمت فی جلد ۲ر

انما الغیب للہ فی جلد ۲ر **ارشاد المسیح** قیمت فی جلد ۲ر

رہنمائے تجارت۔ تجارت حق حلال کی روزی کما کر مالا مال بننا چاہو تو ضرور مطالعہ کرو۔ فی جلد ۸ر

والصلح خیر ذات بیکم مسلمانوں کو اپنی اصلاح کیونکر کرنی چاہیئے۔ قیمت فی جلد دو آنے ... ۲ر

سرورِ کائنات رسول مقبول کی سوانح عمری فی جلد ۱ر
علاوہ محصول ڈاک + پتہ: منیجر امان ملک ... حکیم روڈ امرتسر

مسلمان لڑکیوں کی دینی اخلاقی تعلیم کا سلسلہ

مصنفہ مولوی مرزا محمد نذیر صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل

ان کتابوں کے متعلق ملک کے اہل قلم اور علمائے کرام نے نہایت عمدہ رائیں تحریر فرمائی ہیں۔

تعلیم النساء کا قاعدہ

جس میں حرف شناسی و عبارت خوانی کے ساتھ ساتھ چھوٹی لڑکیوں کے خیالات اور محاورات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور اس سلسلے کی آیندہ دینی و ادبی تعلیم کا آغاز مفرد و مرکب الفاظ کی صورت میں کیا گیا ہے۔ قیمت ۶ر

تعلیم النساء کی پہلی کتاب

جس میں آیندہ دینی و ادبی تعلیم کی بنیاد رکھنے کے لئے آسان لفظوں میں توحید و رسالت کے تصور کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ پھر چند مناظر قدرت دکھائے ہیں۔ اور کئی نصیحت آمیز کہانیوں کے نیک نتائج پر توجہ دلائی ہے قیمت صرف دو آنہ (۲ر)

تعلیم النساء کی دوسری کتاب

جس میں دینداری۔ سلیقہ۔ عام آداب اور اخلاق کے متعلق ابتدائی باتیں چھوٹی لڑکیوں کے مذاق اور ادراک کے موافق مختلف دلچسپ پیرایوں میں درج ہیں قیمت تین آنہ (۳ر)

تعلیم النساء کی تیسری کتاب

جس میں اسلامی عقائد اور مسائل طہارت و نماز کا بیان بزرگوں اور بڑوں سے ساتھ نیک سلوک کی ترغیب اور خانہ داری کے ہر شعبہ کا ذکر سینا پرونا گھر کاروبار کے آداب اور نیک اخلاق کا بیان تفصیل کے ساتھ مختلف دلچسپ پیرایوں میں کیا گیا ہے قیمت چھ آنہ (۶ر)

تاریخ خلفائے عرب و اسلام

اس کتاب میں علامہ مصنف نے نہایت تحقیق سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آج تک کے کل مسلمان بادشاہوں کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ ہر ایک بادشاہ کا نام معہ تاریخ ولادت سن جلوس اور سن وفات اور اسکے عہد کے مشہور واقعات فتوحات جنگ وغیرہ درج کئے ہیں۔ اکثر سلاطین کا پورا پورا شجرہ نسب بھی دیا گیا ہے۔ عرب۔ روم۔ افریقہ و دیگر بلاد اسلامیہ کے سلاطین کے کل حالات بیان کرنے کے بعد ہندوستان کے ان تمام بادشاہوں کا حال سلسلہ وار درج کیا ہے جو یکے بعد دیگرے حکومت کرتے چلے آئے ہیں۔ ہر ایک بادشاہ کے زمانہ میں جو جو صاحب کمال گذرا ہے۔ اس کا نام معہ اس کے کمال کے مفصل تحریر کیا گیا ہے۔ اخیر میں کل روئے زمین کا حال درج کیا گیا ہے۔ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ کل روئے زمین کا رقبہ کتنا ہے۔ اور اس میں کتنی آبادی ہے۔ اور کتنا رقبہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ اور باقی کتنا کتنا دیگر مذاہب کے قبضہ میں ہے۔ اس کے بعد حال کے تمام بادشاہوں کے نام جو اس وقت اپنے اپنے ملکوں پر قابض ہیں۔ معہ ان کے دارالخلافوں کے ناموں اور ان کی آبادی کے لکھے ہیں۔ غرضکہ یہ کتاب روئے زمین کے بادشاہوں کی ایک بے نظیر تاریخ ہے ۳۰۰ صفحے۔ قیمت صرف (عللاوہ محصولڈاک ۵ر)-

عربی بول چال

جس میں ہدایتیں کہ زمانہ حال کی عربی زبان سیکھنے اور اردو بولنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ ابتدا میں دو ہزار الفاظ عربی معہ معانی اردو روزمرہ کی گفتگو کے لئے پھر چار ہزار فقرات اور محاورات آج کل کے مصر کے اور شام کے اور عرب کے روزمرہ کے معہ اردو ترجمہ نیز ... [illegible] ... عربی زبان سیکھنے کے لئے اس سے بہتر کتاب اردو میں نہیں۔ حجم ۲۰۰ صفحے قیمت [illegible]

المشتہر
محمد حفیظ اللہ قریشی مالک قریشی بک ایجنسی ... لاہور

ایک سلائی سے اندھی آنکھ روشن کرنیوالا جواہر نورالعین

تیس روپے ماشہ والا خالص ہیرہ بھی جواہر نورالعین کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور ہیرہ اور دیگر اقسام کے سرمہ کی تو اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں۔ کیونکہ اسکی ایک ہی سلائی سے ۵ منٹ میں دھندھ، نظر، شبکوری یعنی رتوندی رفع۔ اور ایک ہفتہ میں دو سال کے پیپنے ککرے۔ ناخنہ۔ پڑبال۔ پھولا۔ موتیا بند۔ ضعف بصارت اور ہر قسم کا اندھاپن معدوم ہو کر نظر بحال ہو جاتی ہے اور آنکھ بنوانے اور عینک لگانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت فی ماشہ درجہ خاص عنہ درجہ اعلےٰ للعہ درجہ اول عا

بے شمار اسناد میں سے صرف چند کی مختصر نقل انکے اصلی الفاظ میں

[illegible] سال کی شبکوری دور کردی۔ دستخط خواجہ [illegible] صاحب از راولپنڈی	میری آنکھوں کو کمال فائدہ ہوا۔ دستخط [illegible] خان صاحب تحصیلدار اگرہ [illegible]	۲۵ برس کی بند آنکھ کھل گئی اور پڑبال دور ہوگئے۔ دستخط [illegible] صاحب زمیندار کانپور	آنکھ کا ڈھیلا کالا ہو کر نکلنے کو بچا دیا۔ دستخط حکیم مشتاق حسین صاحب [illegible]
۱۴ برس کا اندھا ایک ہفتہ میں اچھا کردیا۔ دستخط ڈاکٹر غلام [illegible] صاحب مشرقی [illegible]	دس برس کے ککرے پینے روز سے دور کردیئے۔ دستخط [illegible] ضیاء الدین صاحب [illegible] شاہجہانپور	ایک برس کی اندھی آنکھ اچھی کردی۔ دستخط عبدالعزیز صاحب قانونگو اسکردو کشمیر	اپریشن سے جو ککرے رہ گئے تھے جواہر نورالعین سے اچھے کردیئے۔ عبدالرحیم صاحب [illegible]
پانچ سال کی رتوندھی دو ہفتے میں دور کردی۔ دستخط منشی غلام حسین صاحب از راولپنڈی	موتیابند ہونے کو روک دیا اچھے کردیئے۔ دستخط [illegible] خان صاحب [illegible]	داشا چیک کا پھولا دور کردیا۔ دستخط سید محمد [illegible] صاحب کابل۔	فوائد جو تھے بڑھکر مفید ہیں۔ دستخط علی احمد صاحب [illegible]

شربت جانفزا

بھوک لگاتا۔ کھانا ہضم کرتا۔ اور شریانوں کو نئی خون پیدا کرکے تمام جسم کی پرورش کرتا۔ اور دبلے پتلے کو فربہ اور تیار اور طاقتور بناتا۔ دل و دماغ کو طاقت دے کر عقل ہوش و حواس اور حافظہ تیز کرتا ہے۔ بخار، ضعف، غشی اس کی ایک خوراک دینے سے ۵ منٹ میں مریض ہوش میں آکر بات چیت کرنے لگتا ہے۔ خاص گرم مزاج کے بچے جو ہمیشہ کمزور دبلے پتلے اور معدہ اور امعاء اور سینہ کی امراض میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس کے استعمال سے جلد تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ کھانسی سل کی امراض کے لئے تو یہ اکسیر بے نظیر ہے۔ ایک مہینہ میں تین پونڈ وزن بڑھاتا ہے قیمت فی شیشی عا

حسن افروز

چہرہ کی چھائیاں۔ اور سیاہ داغ چند منٹ میں دور کرکے سیاہ فام کو گلفام بناتا ہے قیمت فی شیشی عہ

ڈاکٹر نبی بخش سابق میڈیکل افسر افغانستان لاہوری دروازہ

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیں آپ کے دکھ درد کے سچے دوست ہیں

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لیئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی بوقت پر حفاظت کر سکیں۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۳۱ سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق کافور گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لیئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت ایک شیشی ۴ر۔ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک چھ آنہ ۶ر۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں +

بدہضمی و بدہضمی کے دست کی ٹکیہ

غذا تحلیل نہ ہونیکو بدہضمی کہتے ہیں۔ جیسے غذا کرنیکے بعد پیٹ کا بھاری رہنا پیٹ میں ریاح ہونا جی متلانا کھٹی ڈکار آنا قوت ہاضمہ کے خراب ہو جانے سے ہوتا ہے جب غیر ہضم غذا کیجا دے تب پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی ہے۔ اور پیٹ پھولتا ہے اور دست ہوتے ہیں اور اس وجہ سے جسم نحیف اور مرض لاعلاج ہو جاتا ہے۔ اس مرض کے ہونیکے اسباب یوں ہیں ضعیفی کا عالم کسی خاص مرض کے بعد ضعف کا ہونا۔ کم کھانا منی کا بیفائدہ ضائع ہونا زیادہ محنت فکر و تردد یا غم اور اُن خرابیوں کی حالت میں جو بچہ جننے کے وقت ہوتی ہے۔ ان باتوں کا غور کرکے ڈاکٹر برمن نے یہ بدہضمی کی ٹکیہ بنائی ہے جس غذا تحلیل ہوتی ہے اور بدہضمی کی خرابی کو دُور کرنے میں نہایت مفید ہے۔ یہ ٹکیہ کی ایک شیشی قیمت ۱۲ر۔ محصول ڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ر

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا ٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے۔ زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کہ سب بدن کمزور ہو گیا ہو تو اس کو استعمال کیجیئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے۔ اِسلیئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت ناچ گانا۔ پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا پھول دل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگتا ہو اس کو پی لیجیئے تکان نہیں ہوگا یہ آ. اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے مفصّل حالت کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھیئے ۲۴ خوراک کی شیشی ۱۲ر محصول ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن تاراچند دت اسٹریٹ نمبر ۵ و ۶ کلکتہ

امرت پرواہ ... اعظم ... امرت پرواہ

آبحیات

یہ تمام نام اوصاف [illegible] چونکہ بالخاص روح الکل
کی موجودگی کے باعث کل شدید بیماریوں میں بھی
خارجاً استعمال کرنے سے کل انسانی اور حیوانی اور
نباتاتی امراض کو دور کرتا ہے اس لئے متعدد [illegible]
ناموں سے مشہور ہے۔

میں **اصلفیہ بیان** کرتا ہوں خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ
سچ بیان کرتا ہوں یہ چند نباتاتی اجزاء سے تیار کیا
جاتا ہے جو بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں میرا
ہرگز یہ دعوٰے نہیں کہ یہ بوٹیاں خاص میرے
ہی باغ میں پیدا ہوتی ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں
البتہ یہ بات ضرور کہتا ہوں کہ اس میں زہریلی بات
کوئی نہیں میری دیرینہ پریکٹس کا یہ نتیجہ ہے۔
یونانی و ڈاکٹری علم و عمل باقاعدہ حاصل
کر چکنے کے بعد آج تک [illegible] سے اچھا
پیشہ معزز مقام میں مطب رکھتا ہوں اور آج تک
شہرہ بیرونجات میں [illegible] لاکھ مریضوں کا علاج کر
چکا ہوں رجسٹر باقاعدہ موجود ہے صرف کوئی کمال
ہے تو یہ ہے کہ باقاعدہ علم کیمسٹری اور دواسازی جو
میں نے سیکھی کیمسٹری کے اصول پر کرتا ہوں جس سے
ثالث کیفیت یعنی روح الکل پیدا کیا جاتا ہے۔ جو
قلیل المقدار کثیر المنفعت ہوتی ہے میں لوگوں میں
اسلئے سستا فروخت نہیں کرتا کہ ملک پر احسان
کرتا ہوں یا [illegible] کا دعوٰے کرکے جھوٹا [illegible]
کروں بلکہ اس [illegible] آبحیات فروخت
کرنے میں خاص [illegible] رکھتا ہوں کہ شفاخانہ
کا نام اور زیادہ وسیع حلقہ میں لوگوں کو معلوم ہو
جائے اور اس کے ذریعہ فائدہ اٹھانے والے قائل
ہو جائیں کہ سکے تمام مرکب ایسے ہی مفید ہونگے
جیسے ایمانداری سے میں نے بتلا دیا ہے کہ اس مرکب
اجزاء تمام بازاروں میں بکتے ہیں کوئی آسمانی دوا
اس میں شامل نہیں پھر کیا وجہ کہ تمام لوگوں [illegible]

ایسی مفید [illegible] اس کی وجہ صرف یہ ہے
کہ عام لوگ دواسازی [illegible] کیمسٹری نہیں جانتے
جو ثالث کیفیت [illegible] دواؤں میں پیدا نہیں ہوتی
جو کہ کیمیائی کام [illegible] دیکھئے سب جانتے ہیں کہ
گندھک پارہ [illegible] سے شنگرف بنتا ہے ایک مفید
دوسرے [illegible] طریق استاد [illegible]
[illegible] الگ الگ سے پیدا ہوکر [illegible] شنگرف بنجا تا ہے
جسکے فوائد تمام علیحدہ ہوتے ہیں کیا ہر ایک
شخص اسکو بنا سکتا ہے ہرگز نہیں اسی طرح آبحیات
کو بنانا کوئی آسان کام نہیں جو ہر ایک بنا سکے۔
کیونکہ اجزاء کے کم و بیش کا علاج کیمسٹ ہر ایک
نہیں جانتا اس لئے ان [illegible] دوائیں اکثر مضر
ہوتی ہیں اگر یہ راز دواسازی [illegible] ضروری نہ
ہوتا تو ہر پنساری ہر عطار [illegible] یا حکیم حاذق بن
جاتا کیونکہ انکے پاس دو کانوں میں ہزاروں دوائیں
موجود ہوتی ہیں جن سے وہ کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے
پھر کیا یہ سوال فضول نہیں کہ فلاں مرکب [illegible]
دوائیں ہونگی اسلئے بلا آزمائش [illegible]
کم عقلی ہے یا نہیں۔ بلکہ ہر ایک ذی تعلیم کا فرض ہے
کہ آزماکر موجد کے علمی کارنامہ کی داد دے۔

فوائد مصدقہ آبحیات

بخار ہر قسم۔ درد حیض۔ درد کمر۔ درد شکم۔ **پیچش**
[illegible] سے خون جانا گرمی دانے قے۔ درد داڑھ
منہ میں چھالے۔ خروج مقعد۔ ناسور۔ رگی نکسیر۔ زکام
کھانسی۔ ہچکی۔ ہیضہ۔ **طاعون**۔ کرم شکم۔ درد سینہ
درد پہلو۔ درد دل۔ **درد کان۔ درد سر۔ آگ سے**
جلنا۔ درد گردہ۔ ورم معدہ۔ [illegible]۔ **چوٹ لگنا۔** [illegible]
[illegible] چنبل۔ سرسام۔ درد نقرس۔ **قولنج** [illegible]
[illegible] بادگولہ۔ درد دانت۔ **پھوڑے پھنسیاں**۔
[illegible] کا درد۔ [illegible] **بچھو۔ سانپ** بخرہ
قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) درجن سے۔ ادنٰی دس

پتہ حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء شاہی سند یافتہ لاہور [illegible]

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

(۱) براہین نیرہ حصہ اول المعروف بہ۔ قرآن ایک خاتم
اور عالمگیر الہام ہے۔ اردو قیمت دس آنے (۱۰ار)
(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبین کل زبانوں کی ماں
ہے۔ اردو۔ قیمت بارہ آنے .... (۱۲ار)
(۳) اسوہ حسنہ۔ الموسوم بہ "زندہ اور کامل نبی"
اردو۔ قیمت چار آنے .... (۴ر)
(۴) احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت (۲ر)
مسلم پریئر انگریزی قیمت چار آنے .... (۴ر)
صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام حضور نظام حیدرآباد دکن اردو قیمت ۲ر
بنگال کی دعوتی انگریزی اردو فی کتاب قیمت ایک آنہ (ار)
مسلم مشنری کے ولایتی لکچروں کا سلسلہ اردو قیمت (ار)
اور تین عدد انگریزی قیمت تین آنے ... (۳ر)
مسلم ان چیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اوتار۔
اردو۔ فی کتاب قیمت ایک آنہ ...... (ار)
اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳ - ۱۹۱۴
انگریزی قیمت فی جلد سنہ ۱۹۱۳ء (۵ر) جلد سنہ ۱۹۱۴ء (۵ر)
رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو
کے سابقہ پرچے جولائی سنہ ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر
سنہ ۱۹۱۴ء قیمت صرف ایک روپیہ .... (عہ)

دیگر مختلف تصنیفات

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اول مرتبہ حضرت
مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ اردو (۶ر)
نکات القرآن حصہ دوم " " " (۶ر)
عصمت انبیاء (۸ر) غلامی " " " (۲ر)
ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ
ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی قیمت (۲ار)
التوحید جس میں لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر مصنفہ
جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم۔ ایس (ار)
طریق فلاح جس میں بت پرستی کی بنیاد اور اس سے
بچنے کی آسان راہ مصنفہ جناب ڈاکٹر محمد حسین شاہ
صاحب ایل۔ایم۔ایس (ار)
Miracle of Mohd
مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا۔ انگریزی ۲ر
اسلام اینڈ سوشلزم " " " (۱۴ر)
پیغام صلح انگریزی و اردو فی رسالہ قیمت۔ (ار)
النبوۃ فی الاسلام۔ نبوت کی اصل غرض و غایت مصنفہ
حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے قیمت ایکروپیہ (عہ)
حدوث مادہ " " " چار آنے (۴ر)
جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام
قیمت تین روپے .... (سے)

پتہ
مینجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

نوٹ:۔ ۱-۲-۳-۴ ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقۂ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں
تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

مروارید ثلاثہ

یہ ہر سہ کتب مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں۔ جو تین خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں:۔

(۱) براہین نیرہ حصہ اوّل (معروف بہ زندہ و کامل الہام) قیمت ..... (۱۰/)

اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

(۲) ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت بارہ آنے ... (۱۲/)

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

(۳) اسوہ حسنہ۔ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت صرف چار آنے ...... (۴/)

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے +

نوٹ:۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا +

احباب ان ہر سہ کتب کے آرڈر ارسال فرمانے میں عجلت فرمائیں۔ ورنہ بعد ازاں مایوسی ہوگی +

پتہ

مینجر اشاعت اسلام عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور